

کفر

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد



# تور و نار

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مرکزی مجلسِ امامِ اعظم رحمہ اللہ ۵۲۸۱۰  
پاکستان



سلسلہ مطبوعات نمبر 80

بانی مجلس

مترجم کتب احادیث علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری مظہری رحمۃ اللہ

نام کتاب

نورونار

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (ایم اے، پی ایچ ڈی)

صفحات

96 صفحات

ناشر

مرکزی مجلس امام اعظم رجسٹرڈ

تعداد

گیارہ سو

سن اشاعت

1996ء

مطبع

رحمان وقاص پرنٹرز

ہدیہ

دس روپے

نوٹ:- بیرون جات کے شائقین علم — روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں۔

ملنے کا پتہ

مرکزی مجلس امام اعظم (رجسٹرڈ)

پرویز الیکٹرک سٹور، کوڑے چوک، والٹن روڈ لاہور چھاؤنی

پوسٹ کوڈ نمبر 54810

# انتساب

توحید کے اُن پرستاروں کے نام

○ جنہوں نے محبت کے چراغ روشن کئے۔

○ جنہوں نے ادب کا سلیقہ سکھایا۔

○ جو رمزشناس ادب تھے۔

○ جاوید ادب سے جن کا نہ خیال بھٹکتا تھا، نہ زبان بہکتی تھی، نہ قدم ڈمکتے تھے۔

○ جو حیریم جاناں میں نیچی نگاہوں سے بیٹھے رہتے تھے۔

○ حضور یار جن کی آواز بلند نہ ہوتی تھی۔

○ جو آتے تھے تو اُس کی اجازت سے، بیٹھتے تھے تو اُس کی اجازت سے، اُٹھتے تھے تو اُس کی اجازت سے۔

○ جنہوں نے اپنا جان و مال محبوب کے قدموں پر بچھا کر دیا تھا۔

○ جو ادب کو جان ایمان سمجھتے تھے۔

○ جو ادب ہی کے لئے جیتے تھے اور ادب ہی کے لئے مرتے تھے۔

مسعود

○



# نعت شریف

آذ

(حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مرشد طریقت مولوی رشید احمد گنگوہی)

اچھا ہوں یا بُرا ہوں، غرض جو کچھ بھی ہوں، سو ہوں

پُر ہوں تمہارا، تم میرے مُختار یا رسول!

جس دن تم حاصیوں کے شفیع ہو گے پیشِ حق

اُس دن نہ بھولنا مجھے زہار یا رسول!

تم نے بھی گر نہ لی خیر اس حالِ زار کی

آبِ جاتے کہاں، بتاؤ، یہ لاچار یا رسول!

دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا

کیا غم گرچہ ہوں میں، بہت خواہ یا رسول!

کیا ڈر ہے اُس کو لشکرِ عصیان و جرم سے

تم سا شفیع ہو، جس کا مددگار، یا رسول!

ہو آستانہ آپ کا، امداد کی جہیں

اور اس سے زیادہ کچھ نہیں، درکار، یا رسول!

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی: گلِ زارِ معرفت، مطبوعہ بلائی دھانی پریس

سناڈھورہ، ضلع انبالہ، (طبعِ قدیم)، ص ۶-۷

## فہرس

۷	حرفِ آغاز
۱۵	آدم و ابلیس
۱۹	آدابِ رسالت
۲۵	توہینِ رسالت
۲۸	تعارفِ تقویۃ الایمان
۳۵	عباراتِ تقویۃ الایمان
۴۵	پہلی عبارت
۳۵	دوسری عبارت
۳۶	تیسری عبارت
۳۶	چوتھی عبارت
۲۹	پانچویں عبارت
۴۱	چھٹی عبارت
۴۳	ساتویں عبارت
۴۶	اٹھویں عبارت



# حرف آغاز

عقیدہ توحید بڑی قوت ہے۔ بڑی زبردست قوت۔  
اس کا پرستار کبھی رسوا ہو نہیں سکتا۔ مگر عقیدہ توحید وہ نہیں جو ابلیس نے پیش کیا کہ  
انبیاء و اولیاء سے پیٹھ پھیر کر بس اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیے۔ وہ  
عقیدہ توحید جو قرآن نے پیش کیا کہ دل میں انبیاء و اولیاء کی محبتیں اور عظمتیں لیتے اللہ  
کی طرف متوجہ ہو جائیے۔

اقبال نے سچ کہا تھا کہ ہماری بد نصیبی و بد بختی یہ ہے کہ ہمارے جو ان اسلاف  
سے بے تعلق ہو گئے۔ اس میں شک نہیں کہ انبیاء و اولیاء کی محبتیں قلب  
مسلم کے لئے ایک قسم کے لنگر ہیں۔ یہ لنگر ٹوٹ جائیں تو انسان کہیں کا  
نہیں رہتا۔ پھر نہ اللہ کا احترام رہتا ہے۔ نہ نبیت اللہ کا۔  
جب زمین پر کوئی بنیاد ہی نہیں تو عمارت کو زمین بوس ہونا ہے۔ قرآن  
سے یہی ثابت ہو رہا ہے۔ اور قرآن سے بڑھ کر کس کی شہادت ہے؟  
وَالْعَصْرُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكْفُورٌ۔ ابلیس نے اس لنگر  
کو توڑا، بس اللہ ہی سے رشتہ جوڑا، آدم سے منہ موڑا۔ اس کا انجام جو کچھ  
ہونا تھا وہ ہوا۔ قوت قلب و نظر کے لئے اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے محبوب  
بندوں سے بھی دل شاد و آباد ہونا چاہیے۔ لیکن اب بھی کوششیں سو رہی  
ہیں کہ انبیاء و اولیاء سے عشق و محبت کا جو بندھن بندھا ہوا ہے اس کو توڑ دیا جائے  
۔۔۔۔۔ شکست و ریخت کی اس مہم کا توحید خالص کے نام سے پوچھا گیا جا رہا ہے

۴۸	نویں عبارت
۴۹	دسویں عبارت
۵۱	گیارہویں عبارت
۵۲	بارہویں عبارت
۵۳	تیرہویں عبارت
۵۹	چودھویں عبارت
۶۲	پندرہویں عبارت
۶۴	سولہویں عبارت
۶۶	تاثرات و تمیزات





بنگلہ دیش کے ایک عالم مولانا محمد عبد الکریم (پرنسپل) نے لکھا کہ وہاں تو جدید خدائیں کے پر دے میں بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ مومنوں نے ایک مقالے کی فرمائش کی، مقالہ لکھ کر بنگلہ زبان میں ترجمہ و اشاعت کے لئے ان کو بھیج دیا گیا۔ اجاب کے اصرار پر اب اس کا اردو متن قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ جو کچھ لکھا گیا خدمتِ دین کے جذبے اور ملتِ اسلامیہ کے درد نے لکھوایا۔ یہ تحریر کسی شخص کے خلاف نہیں بلکہ گستاخوں کے خلاف ہے۔ نفرت کے خلاف اور محبت کی حمایت میں ایک صدائے درد ہے۔ اس کا اسی جذبے کے تحت مطالعہ کیا جانا چاہئے۔ بے شک گستاخوں کے ساتھ ساتھ گستاخوں کا ذکر بھی آیا ہے۔ اس میں، میں مجبور تھا۔ گستاخانہ عبارات بار بار چھاپ کر شائع کی جا رہی ہیں۔ نہ کی جاتیں تو شاید ذکر کی نوبت نہ آتی اور احتساب کی ضرورت پیش نہ آتی۔ مگر ان عبارات کا زہر افرادِ ملت کے ذہنوں میں سرایت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور وہ غیر شعوری طور پر ایک ایسی سمت جارہے ہیں جہاں ابلیس نے لے جانے کا عزم مضمم کیا تھا اور قسم کھا کر کہا تھا کہ میں تیرے بندوں کو ضرور بالضرور بہکاؤں گا۔ اس لئے ضروری سمجھا کہ اس زہر کا تریاق تیار کیا جاتے، تاکہ مسموم قلب و نظر بے ادبی و گستاخی کی گھٹن سے نکل کر محبت و ادب کی کھلی فضا میں سانس لے سکیں۔

پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ایک قطعی معیار قائم کر کے اسلامی مذہبی کتابوں کو پرکھ کر کھرا اور کھوٹا الگ کر دیا جائے۔ دورِ جدید میں اچھی کتاب سے زیادہ مفید کوئی شے نہیں اور بُری کتاب سے خطرناک کوئی ہتھیار نہیں۔ اس لئے بڑے پیمانے پر کتابوں کی چھان بین ضروری

ہے۔ معیار یہ ہونا چاہئے کہ ایسی کتابیں :-

- جن میں اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں رسول اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اسلام کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اہل بیت اور اُزولِ ج مطہرات کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں صحابہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اولیاء اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔

ان پر پابندی نہ لگائی جاسکے تو کم از کم ایسی گستاخانہ عبارات و کلمات کو نکال دیا جائے جو قلبِ مسلم کے لئے کربناک اور تکلیف دہ ہوں۔ اصل میں یہ جذبات و تمیم کسی فرقے یا جماعت کے خلاف نہ ہوگی بلکہ نفرت و بے ادبی کے خلاف ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ نفرت و بے ادبی کسی رعایت کی مستحق ہی نہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ یہ فیصلہ کون کرے کہ عبارات گستاخانہ ہیں یا نہیں۔ سو اس کے لئے طریقہ کار یہ ہونا چاہئے کہ کتاب جس زبان میں ہو اس کے ماہر کے سامنے وہ عبارات پیش کی جائیں اور اس سے دریافت کیا جائے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ بعض گستاخانہ عبارات زبانِ ولوب کے دائرے میں آتی ہیں اور حرمِ محبت میں زبان کی ادنیٰ لغزش پر بھی سخت گرفت ہوتی ہے۔ یہاں دل و زبان دونوں کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے۔ ذرا زبان بے قابو ہوتی اور ایمان رخصت ہوتا۔ بے شک ایمان کی سلامتی ادب میں ہے۔ ادب کی باتیں عقل نہیں بتا سکتی، یہ باتیں دل بتاتا ہے اس لئے بے ادبی کا حال اہل ادب سے پوچھئے۔ اہل زبان سے پوچھئے۔ اور بے ادبی کا مال اہل شریعت سے پوچھئے۔ اس مقالے کا نام نورِ دنا اس لئے تجویز کیا ہے کہ اس میں اس پیکر نورانی کا ذکر ہے



جس کے متعلق حق جلی مجددؑ نے اعلان فرمایا :-

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝

(ترجمہ) بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا اور روشن کتاب۔  
ہاں اس ذات قدسی صفات کی شان میں گستاخوں اور زباں درازیوں کی ایک آگ  
سلاگنی گئی اور خوب دہکائی گئی مگر آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کی ٹوسلا دھار بارش نے  
اس آگ کو اس طرح ٹھنڈا کر دیا جس طرح ابراہیم علیہ السلام پر نارا فرود کو ٹھنڈا کر دیا گیا تھا  
و کہتی آگ کو ارشاد ربانی ہو رہا ہے :-

يُنَارُكُمْ فِي بُرْدٍ أَوْسَلَمَاءَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ ۝

(ترجمہ) اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا ابراہیم پر۔

ہاں وہ اپنے محبوبوں پر ایسے ہی مہربان ہیں۔

نارِ نمرود کو کیس گلزار

دوست کو یوں بجا لیا تو نے

آدر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس ٹھنڈک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

جھلک دیکھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں ے

یا برد نار الخلیل ، یاسببا

لعصمة النار وهي تحرق

(ترجمہ) اے نابارہ خلیل کی ٹھنڈک! — اے وہ جس نے جلتی آگ سے

حلیل کو بچا لیا۔ !

في القرآن الحكيم، سورة المائدة، ١٥

القرآن الحكيم، سورة الانبياء، ٤٩

کس کی مجال کہ ایسے محبوب کے لئے آگ سلگائے! — یہاں جلنے والی آگ بھی نہیں جلتی — ٹھنڈی ہو ہو جاتی ہے، دمگم ہے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغِ مصطفوی سے شرابِ بولہبی

نور و نار کی یہ جنگ جاری ہے۔۔۔ ابلیس نے گستاخی رسول کی جو آگ  
جلائی تھی وہ کبھی کبھی بھڑک اُٹھتی ہے۔۔۔ مگر نار کی سوزشیں، نور کی تابشوں کے  
سامنے ماند پڑ جاتی ہیں اور پھر نور ہی نور نظر آتا ہے۔ ع۔

دل نور، جگر نور، زباں نور، نظر نور

میرے بزرگو! اور میرے عزیزو! — دل کو عقیدۂ توحید سے مضبوط و قوی کرو کہ

دل ناتوان و کمزور ہے۔۔۔۔۔ ہاں میضبوط و قوی ہوگا تو محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی محبت سے ————— انبیاء علیہم السلام کی محبت سے ————— اہل بیت کی محبت سے

صحابہ کرام کی محبت سے \_\_\_\_\_ اولیاء عظام کی محبت سے \_\_\_\_\_

علماء حق کی محبت سے — جو گلشنِ توحید کے گل بوٹے ہیں — جو معرفتِ الہی

کے وسیع ہیں۔۔۔۔۔ جس طرح بے برگ و بار درخت کو پہچاننا مشکل ہے اُسی طرح

ان حضرات کی محبت و رہنمائی کے بغیر شجرِ توحید کی حقیقت کا پانا مشکل ہے۔ — جس طرح

آلاتِ مادیہ اور قوائے روحانیہ کے بغیر فضاؤں کی بلندی تک پہنچنا ممکن ہے اسی طرح ان

حضرات کو دیکھتے بغیر نقل کا آگے بڑھنا اور معرفت الہی کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔

عقل کی اس دنیا میں عقل کی بات کیجئے۔۔۔۔۔ برگ و بار دیکھ کر درخت کو پہچانتے۔۔۔۔۔

ان سہاروں کو لے کر آگے بڑھیے۔ قرآن کا یہی حکم ہے۔ اللہ اللہ

قرآن کھولتے ہی پیاروں اور محبوبوں کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ ارشاد

ہوتا ہے :-



ہم کو سیدھی راہ پر چلا، اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا نہ اُن لوگوں کی جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔

یہاں حزب اللہ اور حزب الشیطان کا ذکر فرما کر حق کو باطل سے ممتاز کر دیا اور بتا دیا کہ حزب اللہ وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور حضرات اہل اللہ سے محبت کرے۔ اُن کے نقش قدم کو پانے کی دعا کرے۔ اُن کے راستے پر چلنے کی آرزو کرے۔ اور جب وہ نقش قدم مل جاتے۔ اور جب وہ راستہ پالے۔ تو دل و جان سے اُس پر چل کر منزل مقصود کو پالے۔ بے شک انہیں کے نشان قدم منزل مقصود کا پتا دیتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا: پتوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

ہاں سے

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے  
یہ اگر چاہیں تو پھر کیسا چاہیے؟

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(پرنسپل، ڈگری کالج، ٹھٹھہ)  
(سندھ، پاکستان)

۱۴۰۳ھ

۱۹۸۲ء

نور و ناز



# آدم و ابلیس

اللہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا۔ اپنے فرشتوں سے کرایا۔ اپنے سامنے کرایا۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کے آگے سجدہ نہ کرو۔ نبی و رسول کی تعظیم حد سے زیادہ نہ کرو۔ مگر یہ کیا ہوتا ہے؟ یہ کیوں ہوتا ہے؟ عقل جواب دے۔ ابلیس بھی تو اللہ سے ہی کہہ رہا تھا جو ہم کہتے پھرتے ہیں۔ پھر محض اس جرم پر کہ وہ اللہ اور صرف اللہ کے آگے جھکنا چاہتا تھا۔ غیر اللہ کے آگے جھکنے کو اس کا دل نہ چاہتا تھا۔ ایسی مزا ملی کہ آج تک کسی کو ایسی مزا نہ ملی۔ سبحان اللہ یہ بھی کوئی جرم ہے! پھر یہ مزا کیوں ملی؟ اللہ کی نافرمانی پر ملی یا آدم کی گستاخی پر ملی؟ لیکن بظاہر لغزش تو آدم (علیہ السلام) سے بھی ہوئی۔ حکم ہوا اس درخت کے پاس نہ جانا۔ ابلیس نے بہکا دیا۔ درخت کے قریب چلے گئے پھر جو ہوا سو ہوا۔ مگر گرفت نہ فرمائی، تین بیہ فزا کر معاف فرما دیا گیا۔ تو اگر لغزش ہی موجب غضب ہوئی تو آدم (علیہ السلام) کو معاف نہ کیا جاتا۔ مگر نہیں آدم (علیہ السلام) کی یہ لغزش اللہ کی جناب میں تھی، اس لئے کلمات معذرت القافزا کر معاف کر دیا گیا۔ اور ابلیس کی گستاخی اللہ کے محبوب بندے آدم (علیہ السلام) کی جناب میں تھی جس کو معاف نہ کیا گیا اور ذلت و خواری کا طوق ابدی لگا ہوا۔ اُس کی گردن میں ڈال دیا گیا۔ بے شک ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا لیکن حقیقت میں تعظیم رسول سے انکار کیا۔ وہ مرکش نہ تھا۔ وہ مشرک نہ تھا۔ وہ بدعتی نہ تھا۔ وہ موقد تھا متحد۔ وہ عابد و زاہد تھا۔ وہ پھر وہ کیوں مارا گیا؟ بلاشبہ گستاخی رسول پر مارا گیا۔ یہ نکتہ نظر انداز کرنے کے لائق نہیں، غور فرمائیں اور خوب غور فرمائیں۔ اگر وہ نافرمانی پر مارا جاتا تو جیسے کوٹول نہ دیا جاتا۔ اللہ کو معلوم تھا کہ اُس نے کیوں انکار







ایک ظاہر سجدہ ہے۔۔۔ ایک باطن سجدہ ہے۔۔۔ ظاہر سجدہ یہ ہے کہ انسان کی پیشانی خمیدہ ہو کر زمین پر سوجائے۔ اور باطن سجدہ یہ ہے کہ جسم و جان دونوں مصروف اطاعت و بندگی ہو جائیں۔۔۔ گویا اطاعت و فرماں برداری روح سجدہ ہے۔ یہ ایک سجدہ ہے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اسی لئے فرمایا مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔۔۔ جس نے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ دوسری جگہ فرمایا قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ۔۔۔ ان سے فرمادیجئے اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو، پھر اللہ تم کو محبوب بنالے گا۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور اللہ کی محبوبیت کا سب سے بڑا وسیلہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں روح سجدہ کی جھلک نظر آرہی ہے۔

مجاز پرستی کے اس دور میں توحید خالص کا اس طرح پرچار کرنا کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں، رسولوں، نبیوں اور ولیوں کو محتاج محض اور عاجز مخلوق قرار دے کر عام انسانوں کی صفت میں کھڑا کر دیا جائے، نہایت ہی خطرناک ہے۔ خصوصاً اس دور میں جو نبیوں، رسولوں اور ولیوں سے چھوٹا وہ خدا سے چھوٹا اُس کا مسلمان نظر آتا تو ممکن ہے مگر مسلمان رہنا مشکل ہے۔

جو ترے در سے یار پھر تے ہیں  
در بدر یونہی خوار پھر تے ہیں

## آداب رسالت

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَطِيعُوا أَهْلَ الْبَيْتِ عَزَّ وَجَلَّ

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کو، (یعنی حضور ہم پر نظر رکھیں) اور (ارشادات عالی کو پہلے ہی سے دل لگا کر) سنو۔ (اس حکم سے) سر تابی کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں جب صحابہ کرام کی سمجھ میں کوئی بات نہ آتی تھی تو فرماتے "کہتے تھے یعنی تمہاری رعایت کیجئے اور مکرر ارشاد فرماتے"۔ اس مجلس مبارک میں یہودی بھی ہوتے، وہ "ع" کی زیر کو ذرا کیلچ کر دے دیتے "کہتے تھے جس کے معنی لیتے" اے ہمارے چرواہے! حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودیوں کی اس تحقیر آمیز شرارت کو سمجھ گئے چنانچہ انہوں نے بانگِ دہل فرمایا کہ اے دشمنانِ اسلام! تم پر خدا کی لعنت قسم ہے اُس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے پھر کسی نے رسول اللہ کو اس طرح مخاطب کیا تو اس کی گردن اڑا دوں گا"۔ جلالِ سعد بن معاذ نے آسمان و زمین کو ہلا کر رکھ دیا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی جس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گستاخانِ رسول کے منہ بند کر دیئے اور عذاب الیم کی وعید سنائی۔

یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ کفار و یہود جو کچھ کہہ کر تے تھے، وہ بیانِ واقعی تھا۔ جھوٹ نہ تھا یعنی نبی الواقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبریاں چرائی تھیں گو ان کی کبریاں نہ چرائیں بلکہ اپنی یا بیاضی

لہ القرآن المجید سورۃ البقرہ، ۱۰۳

لہ القرآن المجید سورۃ البقرہ، ۱۰۳ (بحوالہ تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفہم قرآن لعلامہ علامہ شبیر علی خاں، جلد اول، طبع و مکتبہ ۱۳۲۷ھ، ص ۲۵۷) (بحوالہ تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفہم قرآن لعلامہ علامہ شبیر علی خاں، جلد اول، طبع و مکتبہ ۱۳۲۷ھ، ص ۲۵۷)

لہ القرآن المجید سورۃ النساء، ۸۰

لہ القرآن المجید آل عمران، ۳۱







کے بے پرکھ لیا ہے ان کے بے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

۳۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يٰۤاٰدُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَنْتَ هُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(ترجمہ) جو حجروں کے پیچھے تم کو آواز دیتے ہیں، ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

۴۔ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ اَحْتٰی يَتَّزِلُوْهُ ۝

(ترجمہ) (ایمان والے وہ ہیں) جو نبی کی مجلس سے نبی کی اجازت کے بغیر نہیں جاتے۔

۵۔ فَاِذَا اِنْتَدٰۤى نُوْكَ لِبَعْضٍ مِنْهُمْ فَاٰذَنْ لِّمَنْ رَّشَتْ مِنْهُمْ ۝

(ترجمہ) شخص اجازت چاہے اپنے کسی کام کے لئے تو ان میں سے جسے تم چاہو اجازت دے دو جسے

نہ چاہو اجازت نہ دو

۶۔ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَكُمْ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ ۝

(ترجمہ) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا جو جیسا تم میں ایک دوسرے کو

پکارتا ہے۔

۷۔ فَاِذَا يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَسْتَلُوْنَ مِنْكُمْ لَوْ اَدَّٰۤا۟ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖ اِنَّهُمْ يُصِيبُهُمْ

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(ترجمہ) جو لوگ محل مبارک سے اٹلے کر کھسک جاتے ہیں اللہ انہیں جانتا ہے۔ وہ اللہ کے حکم کے خلاف

کرتے ہیں، اُن کو خدا سے ڈرنا چاہیے کہ وہ آفت یا عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ الحجرات، ۴

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ التور، ۶۲

۳۔ القرآن الحکیم، سورۃ التور، ۶۲

۴۔ القرآن الحکیم، سورۃ التور، ۶۳

۵۔ القرآن الحکیم، سورۃ التور، ۶۳

۸۔ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَصْلُوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰۤاٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝

(ترجمہ) بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے دُرو بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو!

ان پر دُرو دو اور خوب سلام بھیجو!

۹۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ اَدَّٰۤا۟ اَجْحٰكُمْ وَخَشِیْتُ لَكُمْ وَاَمْوَالًا اَقْدَرُ مِمَّا

وَتَجَارَۃُ خَشِیْتُ لَكُمْ ذٰلَہٗا وَفَسَاکِرُنْ تَرْضَوْنَہَا اَحَبَّ اِلَیَّكُمْ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِهَادِیْ فِیْ سَبِیْلِہِ

فَقَرَّبْتُوْا حَتّٰی یَاۤیُّ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ۝ وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝

(ترجمہ) تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا

گنبد اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا

مکان یہ چیزیں اللہ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ

دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ ناسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

قرآن کریم میں بعض آیات وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت

فرمائی ہے یا کوئی ہدایت و نصیحت ————— ایسی آیات میں عموماً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

براہ راست خطاب فرمایا ہے۔ ————— بعض آیات وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

معاذ و محاسن اور ان گنت خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ ————— ایسی آیات میں عموماً براہ راست

مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔

اسی طرح احادیث میں بعض احادیث وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز و اکسا

کا اظہار فرمایا ہے اور بعض احادیث وہ ہیں جن میں آپ نے اپنی جلالت شان کا ذکر فرمایا ہے۔

اب ایک آنکھ تو وہ ہے جو پہلی قسم کی آیات و احادیث پر نظر جمائے ہوئے ہے، اُس کی نظر دوسری

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۵۶

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۲۳



قسم کی آیات و احادیث کی طرف اٹھتی ہی نہیں۔ مگر ایک آنکھ دُھ بھی ہے جو پہلی اور دوسری دونوں قسم کی آیات و احادیث کو سامنے رکھ کر قرآن و حدیث کی روح تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے اور وہ کچھ دیکھتی اور دکھاتی ہے جو پہلی آنکھ نہیں دیکھ پاتی۔ وہ پہلی آنکھ عالم آب و گل میں الجھ کر رہ گئی اور یہ دوسری آنکھ سموات، بلکہ مآورائے سموات جا پہنچی۔ اُس کا اندازِ نظر غیر سائنٹیفک ہے، اس کا اندازِ نظر سائنٹیفک ہوتے ہوئے بھی عاشقانہ اور مومنانہ ہے۔

## توہین رسالت

مولوی اسماعیل دہلوی نے پاک و ہند کے جس ماحول میں آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے جو تقویۃ الایمان لکھی تو اُس دور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق اور مشائخِ عظام و اولیائے کرام سے محبت و عقیدت کے چرچے عام تھے، شاہ وقت بہادر شاہ ظفر خود اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتا تھا مولوی اسماعیل دہلوی کی انقلابی طبیعت کو یہ ماحول بیگانہ معلوم ہوا اور انہوں نے ابن عبد الوہاب کی روش پر چلتے ہوئے ماحول کے خلاف بھرپور جنگ کی اور تقویۃ الایمان لکھ کر عوام و خواص کے عشق و محبت کو جھنجھوڑا۔ علماءِ خیر آباد علماءِ بدایوں، علماءِ بریلی، علماءِ فرقائی، علماءِ دہلی وغیرہ نے تقویۃ الایمان کی بعض عبارات کی گرفت کی اور بعض علماء نے اس کے رد لکھے اور یہ سلسلہ چل نکلا۔ جو آج تک جاری ہے۔

تقویۃ الایمان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام محبوبانِ خدا کی جناب میں جو بے باکانہ اسلوبِ اقتدار کیا ہے وہ ان محبوبوں کے خالق و مالک جل و علا کے کلام میں بھی نہیں ملتا۔ سارے قرآن کو پڑھ جائیے، کہیں یہ انداز نہ پائیں گے جو صاحبِ تقویۃ الایمان نے اپنا یا بے وجہ خدا نے اپنے محبوبوں کا پاس و لحاظ رکھا ہے تو بندے کی کیا مجال کہ وہ ایسا بد لحاظ ہو جائے۔

طریقت میں جس نے قدم رکھا ہے وہ معمولی انسان کے لئے بھی بے باک نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ انبیاءِ علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے باک ہو۔ صاحبِ طریقت پیکرِ عجز و انکسار ہوتا ہے، اس کو ہر گھڑی اپنی عاقبت کی فکر ہوتی ہے۔ وہ بڑے بول نہیں بولتا۔ بڑے بول دُہی بولتا ہے جو اپنی عاقبت سے بے نیاز ہوتا ہے۔

تقویۃ الایمان کی ساری باتیں زد کرنے کے لائق نہیں مگر بہت سی ایسی باتیں لکھ دی ہیں جنہاں ساری کتاب پر پانی پھیر دیا ہے۔ کاش صاحبِ تقویۃ الایمان ادب کی ہیئت کو سمجھتے اور ایسی عبارات سے گریز کرتے جو مقامِ ادب کے منافی ہیں۔







## تعارف تقویۃ الایمان

تقویۃ الایمان کا جو تیش ہمارے سامنے ہے اس کا پورا نام ہے تقویۃ الایمان مع تذکیر الانخوان مؤلفہ مولوی اسماعیل ونصیر المسلمین مؤلفہ مولوی خرم علی مطبوعہ لاہور (۱۹۷۷ء) شائع کردہ امجد اکیڈمی، لاہور

تقویۃ الایمان ۷۰ صفحے کا رسالہ ہے جو صفحہ ۹ سے صفحہ ۹ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد تذکیر الانخوان کے نام سے ایک اور رسالہ ہے، یہ صفحہ ۸۱ سے صفحہ ۳۲۷ تک پھیلا ہوا ہے، اس رسالے کو مولوی اسماعیل سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس آڈیشن میں تقویۃ الایمان اور تذکیر الانخوان کے علاوہ سید عبداللہ بغدادی کے مکتوب عربی (محررہ ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۲ء) کے جواب میں مولوی اسماعیل کا مکتوب بھی ہے جو صفحہ ۳۲۹ سے ۳۳۵ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد تقویۃ الایمان کی حمایت و تائید میں دوسرے فتوؤں کے علاوہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ بھی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:-

۱۔ تقویۃ الایمان بہت ہی اچھی کتاب ہے اور شرک و بدعت کی تردید میں بے مثال ہے۔  
ب۔ بات یہ ہے کہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بدعتیوں کو اس واسطے دشمنی ہے کہ آپ نے بدعتیوں کی خوب مٹی پلید کی اور بدعتیوں کے بازار کو سرور کر دیا۔

فتوؤں کے بعد جامع تقویۃ الایمان نے تقویۃ الایمان کی متنازع فیہ عبارات کے بارے میں سوال جواب نامی پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو عذر گناہ بدتر از گناہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ جامع مکتوف نے

۱۔ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الانخوان، مطبوعہ لاہور (۱۹۷۷ء) ص ۳۳۷

۲۔ فضلہ نئی پید کرنا ایک عامیاز محاورہ ہے جو ایک مفتی دفتیہ کے شایان شان نہیں۔

۳۔ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان، ص ۳۳۷

پیغمبر علیہ السلام کو بڑا بھائی کہنے اور اللہ کے آگے چار سے زیادہ ذلیل کہنے اور اس قسم کے اور کلمات کی تاویل و توجیہ فرمائی ہے۔ مناسب تھا کہ یہ نامعقول مجھے حذف کر دیتے جاتے اور ان سے بریت کا اعلان کر دیا جاتا۔ جب صاحب تقویۃ الایمان نے ایسی آیات و احادیث کو نظر انداز کر دیا جن سے انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شوکت کا اندازہ ہوتا تھا تو ایسے کلمات کو خارج کر۔ میں کوئی قباحت تھی جن سے ان حضرات قدس کی تحقیر و تذلیل ہوتی تھی۔ ناشر اس کتاب کی تاویل و توجیہ کر کے اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہرگز وائفا و ہوش مندی کی بات نہیں۔ بات سے بات نکلتی ہے، مولوی اسماعیل دہلوی نے جو راہ اختیار کی یعنی انبیاء علیہم السلام کی تحقیر و تذلیل کے لئے آیات قرآنیہ سے استدلال کرنا اور ایسی آیات کو قطعاً نظر انداز کر دینا جن سے کمال رفعت و بلندی کا اندازہ ہوتا ہو، ڈیڑھ سو برس گزر جانے کے بعد بھی بعض حضرات اب تک اُس راہ پر چل رہے ہیں۔ یہ کوئی الزام نہیں، ذاتی تجربہ ہے۔ مٹینے۔ فردری ۱۹۷۹ء میں ایک ضعیف العمر عالم، عقائد سے متعلق اپنی تصنیف پر تقریر لکھوانے تشریف لائے۔ کتاب کھول کر دیکھی تو بیوی اور رسولوں کا اس انداز سے تعارف کرایا گیا تھا کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کی بے بس مخلوق ہیں (معاذ اللہ) مثلاً یہ کہ نبی کو کنوئیں میں ڈال دیا جاتا ہے، قید کر دیا جاتا ہے، بیمار ڈال دیا جاتا ہے، دریا میں پھینک دیا جاتا ہے، پھیل کے پیٹ میں مجوس کر دیا جاتا ہے۔ وطن سے بے وطن کر دیا جاتا ہے۔ میدان جنگ میں ہولناں کر دیا جاتا ہے، رورو کے وہ بیانی سے محروم ہو جاتا ہے، آگ میں ڈال دیا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

راقم نے عرض کیا کہ اولو العزم نبیوں اور رسولوں کا یہ کیسا تعارف کرایا ہے؟ فرمائیے گئے یہ تو سب قرآن میں موجود ہے، راقم نے عرض کیا۔ بے شک یہ سب کچھ قرآن میں ہے مگر اسی قرآن میں:-

○ یہ بھی تو ہے کہ سلیمان (علیہ السلام) کے خادم نے مکہ سبا کا تخت سینکڑوں میل کی مسافت سے چشم زدن میں لا کر رکھ دیا۔



○ یہ بھی تو ہے کہ ایوب (علیہ السلام) نے جب زمین پر قدم مارا تو چشمہ پھوٹ نکلا۔

○ یہ بھی تو ہے کہ جب مریم (علیہا السلام) دنیا سے کنارہ کش ہو گئیں تو دیکھتے ہی دیکھتے پردہ غیب سے اسباب معیشت فراہم کئے گئے۔

○ یہ بھی تو ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے عالم شیخواری میں اعلان نبوت فرمایا۔

○ پھر جب نبوت ملی تو یہ اعجاز نکلا کہ ابرص پر ہاتھ پھیرا تو دلخ دھتے و حل گئے، مردے پر دم کیا تو آن کی آن میں زندہ کر دیا اور دوزخو اندھے پر نظر فرمائی تو بینا کر دیا۔

○ یہ بھی تو ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) کے پرین مبارک کی خوشبو میلوں مسافت سے حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے سونگھ لی اور جب پیر بن آنکھوں سے مس ہوا تو بینا ہو گئی۔

○ یہ بھی تو ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے پتھر پر عصا مارا تو چشہ اُبل پڑے، دریا پر عصا مارا تو راستے نکل گئے، زمین پر عصا پھینکا تو پھنکارا تا ہوا اُتر دیا بن گیا۔ گریبان سے ہاتھ نکالا تو چمک اُٹھا۔ موسیٰ سے کھانا مانگا تو من و سلوی اُترا۔

○ یہ بھی تو ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کشتہ پرندوں کو آواز دی تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ اُڑتے ہوئے چلے آئے۔

○ یہ بھی تو ہے کہ حضرت خضر (علیہ السلام) نے علوم غیبیہ کے وہ وہ راز کھولے جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر آشکار نہ کئے گئے تھے۔

○ یہ بھی تو ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان مبارک سے جتوں نے تلاوت قرآن کی آواز سنی تو دل بکڑ کر رہ گئے۔ اور قدموں پر آگرے۔

○ یہ بھی تو ہے کہ جب اُس حبیب البیب صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں پھینکیں تو آن کی آن میں دشمنوں کی صفیں اُٹ گئیں۔

○ یہ بھی تو ہے کہ آپ کے اشارے سے چاند و نیم ہو گیا اور سارا عالم دنگ رہ گیا۔

○ یہ بھی تو ہے کہ جب بیت اللہ کی طرف آپ کی نظریں پھریں تو سارے عالم کی نظریں اس طرف پھیر دی گئیں۔

○ یہ بھی تو ہے کہ جب آپ میدان جہاد میں اُترے تو فرشتے فوج در فوج آپ کی مدد کو جا پہنچے۔

○ یہ بھی تو ہے کہ اُس تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کے مولیٰ نے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک راتوں رات سیر کرائی اور پھر اُن بلند یوں پر لے گیا جس کا تصور انسان کے بس کی بات نہیں۔

اللہ اللہ سارے اذکار قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ ان کا کیوں ذکر نہ کیا؟ فرمانے لگے، : عظمتوں کا ذکر کیا جائے تو لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ فقیر نے

عرض کیا کہ اِس کی فکر تو حق جل مجدہ فرمائے گا جس نے ایسی آیات نازل فرمائیں، آپ کیوں اِس فکر میں مبتلا ہو گئے؟ پھر مجبور ہو کر فرماتے لگے کہ ”عظمتوں کی باتیں تو سب حد و مجالس میں علماء و دواعظین سے سُنی جاسکتی ہیں۔“ فقیر نے عرض کیا لیکن آپ

اپنی کتاب میں اِس کا ذکر نہ فرماتے گے؟ اِس پر وہ عالم خاموش ہو گئے اور بالوسی ناامیدی کے ساتھ اپنا مسودہ لے کر چلے گئے۔

اِس سانحہ سے سخت صدمہ ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ ہمارے درمیان اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو ایسی آیات و احادیث کو برسرِ منبر بیان نہیں کرنا چاہتے جن میں محبوبانِ خدا کی تعریف و توصیف اور اُن کی عظمتوں اور منزلتوں کا ذکر ہے۔ اِس لئے بالعموم ان حضرات کا موضوع کفر و شرک ہی

رہتا ہے اور وہ محبوب سے زیادہ مغضوب کا ذکر کرنا پسند کرتے ہیں۔ یہ بات

لغاً ضائع ایمان کے منافی ہے، کوئی مسلمان نہیں جو ایسا کرنے پر دل سے آمادہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے رُسنے زمین کے تمام انسانوں کو اپنی جناب میں یہ التجا کرنے کا حکم دیا (اے اللہ) ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان (برگزیدہ پیاروں) کا راستہ جن پر تونے



انعام فرمایا۔ اللہ اکبر ان پیاروں اور محبوبوں کے ذکر کے بغیر نہ دعا، دعا ہے اور نہ نماز نماز۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہر دعا میں اول و آخر درود شریف پڑھ لیا کرو۔ درود شریف کا مقبول بارگاہِ ایزدی ہونا ایک کھلی حقیقت ہے۔ جب اول و آخر کی چیز قبول ہوگی تو پھر بیچ کی چیز کیسے رد کی جاسکتی ہے۔ سبحان اللہ۔ بہر کیف ذکر تھا تقویۃ الایمان کا۔ بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ تقویۃ الایمان میں قرآن کو ہم کی آیات کے تحت انطباق سے کفر و شرک کا جو معیار قائم کیا گیا ہے اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو مولوی اسماعیل کے معاصرین اور ان سے قبل عالم اسلام کے کر دہ دل مسلمان کا فر و مشرک ٹھہرتے ہیں۔ جیسی کہ زمانہ حال میں عالم اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کا فر و مشرک قرار پاتی ہے، اس طرح کوئی مسلمان حکومت، اپنے ہاں مسلم اکثریت کا دعوئے نہیں کر سکتی۔ اس لئے مولوی اسماعیل کے خیالات و افکار کو آسانی سے قبول کرنا سخت خطرناک ہوگا، مناسب یہ ہوگا کہ ان کو نقد و نظر کی بجٹی میں پکا کر اچھی طرح دیکھ لیا جائے اور کھوٹا دکھرائے۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی جو دے کے قائل ہیں حرکت کے نہیں۔ زندگی اور فکر زندگی منازل ارتقاء سے گزرتی ہے۔ اور اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اُس نے زندگی کے فطری عمل کو نظر انداز نہیں کیا۔ اور ان معنی وہ ان معنوں میں حرکی ہے کہ حرکت و عمل کا اُس نے پورا پورا خیال رکھا ہے۔ سب کے سب میں جامد ہے کہ اس کے اصول و ضوابط میں کوئی تغیر و تبدل نہیں۔ یہی اس کا اپنی جگہ اٹل ہیں۔ وہ جامد ہوتے ہوئے جان حرکت ہے۔

لے بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے لوگوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں "مذاہرِ خلق اللہ" فرمایا ہے۔ (بخاری شریف، مطبوعہ احمدی، ص ۱۰۲۴)

الجاز ہے اور یہی اس کا امتیاز۔ اسلامی فکر و عقیدے پر جو قلم اٹھاتا ہے اس کو اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا پڑے گا ورنہ وہ خود بھی راستہ سے ہٹ جائے گا اور دوسروں کو بھی ہٹا دے گا۔ تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے اپنے مزمومات کو ثابت کرنے کے لئے یہ کتاب بھی ہے۔ اس لئے یہ ایک وکیل کی تصنیف تو کہی جاسکتی ہے، ایک مُصَلِّح اور رہبر کی تصنیف قرار نہیں دی جاسکتی۔ عدل کا تقاضا ہے کہ دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے اور دونوں طرف کے دلائل پر نظر رکھی جائے۔ البتہ وکالت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف ایک سمت نظر رکھی جائے اور دوسری سمت کو قطعاً نظر انداز کر دیا جائے بلکہ کوشش یہ کی جائے کہ ایسے دلائل و براہین فراہم کئے جاتیں جو دوسری سمت کو ضعیف سے ضعیف تر کر دے۔ تقویۃ الایمان کا یہی انداز ہے۔ اپنی پسند کی آیات و احادیث انتخاب کر لینا اور محبوبین خدا کو بے کس و بے بس ظاہر کرنا ایک مسلمان مصلح و محقق کو زیب نہیں دیتا بلکہ یہ تو ایک غیر مسلم محقق کے لئے بھی باعثِ شرم و ندامت ہے۔ مناسب یہ تھا کہ مولوی اسماعیل تقویۃ الایمان میں اُن آیات و احادیث کو بھی زیرِ بحث لاتے جو اُن کے مزمومات کے خلاف تھیں، یہ تو قیاساً اس لئے بجا ہے کہ مولوی اسماعیل معمولی عالم نہ تھے۔ وہ بالکل باخبر تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے افسوسناک راہِ عمل اختیار کی، اور حقائق کو چھپایا۔ تاریخ کی بنیاد و دیانت داری پر ہے۔ جو اپنے پسند کے وفاق کے بیانات قبول کرتا ہے اور اپنی پسند کے خلاف بیانات رد کرتا ہے وہ نہ مصلح ہے اور نہ محقق۔ یاد آیا بقول حافظ محمد یوسف محقق پاکستانی علیہ الرحمہ (ریکارڈ کیر، ریکارڈ آفس لائبریری، جے پور) جب ہندوستان کا مشہور مؤرخ پنڈت جادو ناتھ سرکار، اورنگ زیب عالم گیر پر مواد کی فراہمی کے سلسلے میں سنٹرل ریکارڈ آفس لائبریری (جے پور) پہنچا تو اُس کو عہدِ عالم گیری سے متعلق ایسا مستند علمی مواد دکھایا گیا جس سے اورنگ زیب عالم گیر کے اچھے پہلوؤں پر روشنی پڑتی تھی مگر اُس نے اس لئے بول نہ کیا کہ اُس کو اورنگ زیب کی سیرت مسخ کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنی تھی۔



# عبارات تقویۃ الایمان

اب ہم ان عبارات و کلمات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو تقویۃ الایمان میں آج بھی موجود ہیں اور جس پر علمائے اسلام کی ایک کثیر جماعت معترض ہے۔ یہاں ہم جدیدہ و جدیدہ صرف ۱۶ عبارات نقل کرتے ہیں۔ علمائے اسلام کا اعتراض صحیح ہے یا محض ایک فتنہ انگیزی ہے جس کا داعیہ نفسانارہ ہے۔ اس کا فیصلہ مندرجہ ذیل حقائق و شواہد کی روشنی میں بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ تقویۃ الایمان کی عبارات ملاحظہ فرمائیں:-

## پہلی عبارت:-

جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دے دیا، اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذیل شخص کو دے دیا کیونکہ خدا سب سے بڑا ہے اور خدا کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیت ہے، جیسے کوئی تاج شاہی ایک چار کے سر پر رکھ دے۔ لے

## دوسری عبارت:-

جب ہمارا خالق اللہ ہے تو ہمیں اپنے تمام مشکل اوقات میں اسی کو پکارنا لائق ہے، کسی اور سے ہمیں کیا واسطہ؟ جیسے کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہو گیا تو وہ اپنی ضرورت اپنے بادشاہ ہی کے پاس لے جائے گا اُسے دوسرے بادشاہوں سے کیا واسطہ؟ کسی بھنگی، چار کا تو ذکر ہی کیا ہے؟

لے اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۳

لے اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۸

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل نے انبیاء و صلحاء کے حق میں یہی طرز عمل اختیار کیا جو انصاف پسند طبائع کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے۔ جب پسند ہی بنیاد دھڑی تو پسند کا حال تو ڈانوں ڈول ہے کبھی ایک چیز ایک وقت خاص میں اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دوسرے وقت بُری لگنے لگتی ہے۔ کچھ ہی حال تقویۃ الایمان اور اس کے مؤیدین و متبعین کا ہے۔ وہ باتیں جو انبیاء علیہم السلام اور صلحائے اُمت کے لئے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وہ اپنے اُستادوں اور شیوخ کے لئے اچھی لگنے لگتی ہیں۔ یا جو باتیں دُوسروں کے کرنے سے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وہ خود کرنے سے اچھی ہو جاتی ہیں۔ یہ ایک دلچسپ مطالعہ ہے۔ راقم کے سامنے ایسے بہت سے شواہد نظر آ رہے ہیں۔ صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک انبیاء و صلحاء سب بے بس ہیں۔ اُن کو ذرہ برابر اختیار نہیں۔ مگر تقویۃ الایمان کے اس اڈیشن میں جو چاہے سامنے ہے، جامع و مرتب مولانا محمد عبدالعزیز صاحب نے مولوی اسماعیل کے قدرت و اختیار کا ذکر فرمایا ہے:-

نہیں میں اپنا قابو پالیا تھا کہ جب چاہیں سو جائیں اور جب چاہیں جاگ اٹھیں۔ لے

حالانکہ قرآنی آیات بتا رہی ہیں کہ اختیار تو خدا کو ہے کہ جب چاہے سُلاتے، جب چاہے اُٹھائے اور جب چاہے سوتے سوتے اپنے پاس بلالے۔

لے اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶



## تیسری عبارت :-

یقیناً مانو ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب ترین فرشتہ، اُس کی حیثیت شانِ الوہیت کے مقابلے پر ایک چار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ ۱۔

## چوتھی عبارت :-

تمام انبیاء و اولیاء اس کے سامنے ایک ذرے سے بھی کم تر ہیں۔ ۲۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل کے نزدیک کسی بھی حالت میں غیر اللہ سے استعانت جائز نہیں۔ نیز یہ کہ انبیاء علیہم السلام اور صلحاء اُمتِ شانِ الوہیت کے سامنے ذرے، بھنگی اور چہار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)

جہاں تک غیر اللہ سے استعانت کا تعلق ہے انبیاء تو انبیاء غیر انبیاء سے بھی استعانت کا حدیث شریف میں حکم ہے مثلاً ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی جنگل میں راستہ بھول جائے۔ اور کوئی وہر بن بے توبہ کہے :-

يَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِيْذُوْنِيْ ! ۳۔

اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو!

اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جو نظر نہیں آتے مگر پکارنے پر بھولے بھٹکوں کو راستہ بتلاتے ہیں۔

موتی ہسی بات ہے جو بچوں کی سمجھ میں بھی آسکتی ہے۔ کسی کو اللہ سمجھ کر مانگنا اور

بات ہے اور اللہ کا بندہ سمجھ کر مانگنا اور بات ہے۔ مانگنے، مانگنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مگر جو یہ کہ وہ ساری آیات جو اللہ سمجھ کر مانگنے کے متعلق تھیں اور جن کا تعلق سرِ امر کفار و مشرکین سے تھا ان کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا گیا جو محبوبانِ خدا سے اللہ کا مقرب بندہ سمجھ کر مانگا کرتے تھے، اس طرح اچھے خاصے مسلمانوں کو کفار و مشرکین کی فہرست میں شامل کر کے اُن کا قتل عام کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔ حقیقت میں رُفتے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کے بندوں سے اللہ سمجھ کر مانگتا ہو۔ اور بغیر عطائے ربانی کے کسی کو صاحبِ اختیار و اقتدار تسلیم کرنا ہو۔

مذکورہ اقتباسات میں مولوی اسماعیل نے انبیاء و صلحاء خصوصاً آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دے بے لفظوں میں ذرہ، بھنگی اور چہار سے زیادہ اذیت ناک الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جن کو لکھتے ہوئے بھی قلم لرز رہا ہے۔ چہار اور بھنگی ہندوؤں کی بیچ قومیں ہیں۔ اس لئے محبوبانِ خدا کو بدترین کفار و مشرکین اور مغضوبین سے تشبیہ دینا بلکہ ان سے بدتر کہنا کہاں تک درست ہے؟ عقلِ سلیم جواب دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ میں بنی ہوئی تصاویر مٹانے کا حکم دیا مگر حضرت عمرؓ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تصاویر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھ لیا۔ باقی تصاویر مٹا دی گئیں اور تصویریں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے مٹائیں اور اُن کی جگہ زعفران مل ڈی کہ اس جگہ کو حضراتِ قدسید سے ایک قسم کی نسبت تو تھی ورنہ زعفران لگانے کی چند ضرورت نہ تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نسبتوں کا اتنا خیال فرمایا۔ مگر مولوی اسماعیل نے انبیاء علیہم السلام کی ذواتِ عالیہ کو جن کی جعلی تصاویر کا محض نسبت کی وجہ سے

۱۔ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الانحوائن مطبوعہ لاہور، ص ۲۳

۲۔ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الانحوائن مطبوعہ لاہور، ص ۶۶

۳۔ شمس الدین محمد بن محمد بن یوسف الجردی: حصن حصین، مصر، ص ۳۲

۱۔ علی بن برہان الدین اچلی: سیرت حلبیہ، جلد دوم، مطبوعہ بیروت، ص ۸۴

۲۔ ابوالوید محمد بن عبد اللہ الارزقی: اخبار مکہ مطبوعہ مکہ مکرمہ، ۱۳۵۲ھ، جلد دوم، ص ۱۶۰-۱۶۱



حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا خیال فرمایا، بھنگی اور چار سے بھی بدتر لکھا ہے۔ جھوٹی  
تصاویر کو نسبت حتیٰ سچے انبیاء اور ملائکہ سے تو ان کا اتنا لحاظ رکھا گیا۔ جن سچے انبیاء  
کو سچے خدا سے نسبت ہے ان کا پاس و لحاظ نہ کرنا خلاف عقل بھی ہے، خلاف ادب بھی۔  
اور خلاف قرآن و حدیث بھی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھئے کہ انہوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا:-

واللہ کا علم انک حجولا تضر ولا تنفع ولولا انی رأیت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استلمک ما استلمتک فاستلمہ

(ترجمہ) بخدا میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ

نفع۔ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا

تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ پھر آپ نے بوسہ دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے بوسہ کی لذت حاصل  
کی اور صاف صاف فرمادیا کہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ و کرم نے اس پتھر کو بوسہ کے  
قابل بنا دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے سلسلے میں بہت سی آیات و احادیث ہیں،

جن میں بہت سی پچھلے اوراق میں ذکر کر دی گئیں اور بہت سی آیات و احادیث آگے آئیں گی۔

صاحبِ تقویۃ الایمان نے تو انبیاء و صلحاء کو اربابِ مخلوق میں شمار کیا ہے مگر خود حق تبارک و

تعالیٰ ایسی مخلوق سے ان کو ممتاز فرما رہا ہے۔ قرآنِ کریم میں جہاں مشرکین عرب کی

بُت پرستی اور بتوں سے انتقادات کا ذکر ہے تو وہاں بتوں کے مقابلے میں اپنے مجذوبوں کے مقام کو

تمثیلی انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:-

پہلی تمثیل:-

ایک غلام ہے جو بالکل دوسروں کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت

نہیں رکھتا۔ اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس

سے بہت سادھان سٹھرا مال عطا فرمایا ہے اور وہ اُس کو پوشیدہ اور غلام

خرج کرتا ہے۔ تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں۔ الحمد للہ

لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔ ۱۷

دوسری تمثیل:-

دو آدمی ہیں، ایک ان میں سے گونگا اور دوسروں کی ملک ہے۔

بے اختیار و ناتواں۔ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور

اپنے مالک کو دو بھر مورہا ہے، جہاں اُسے بھیجتا ہے کبھی بھلائی نہیں

لاتا۔ کیا ایسا گونگا، بہرا اور وہ شخص جو سستا، بولتا اور لوگوں

کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے

دونوں برابر ہیں؟ ۱۸

پانچویں عبارت:-

ربیع النہاریہ کی شادی کے موقع پر آپ ان کے پاس آ بیٹھے۔

بچوں نے گانے میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے۔

(وفینا نبیا یعلم ما فی غد)

آپ نے اسے منع کیا اور فرمایا یہ بات نہ کہو معلوم ہوا کہ کسی بڑے سے



بڑے انسان کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب داں ہے۔

لیکن یہ بات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے کی کسی کو جرأت ہے جو بعد نماز ظہر منبر مسجد شریف فرما ہو کہ آثار قیامت کے بارے میں اخبار غیبیہ کا اعلان فرما رہے ہیں۔ اور پھر یہ ارشاد ہو رہا ہے من احب ان یسئلنی عن شیء فلیسألنی عنہ فواللہ لایسئلونی عن شیء الا اخبو شکو بہ۔ ۱

(ترجمہ) جو شخص مجھ سے کچھ پوچھنا پسند کرتا ہے وہ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھ لے کہ خدا کی قسم تم مجھ سے جو بات پوچھو گے میں تم کو بتاؤں گا۔ اور کیا یہ بات مذاہب رسول، جمیل القدر صحابی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی کسی کو کہنے کی جرأت ہے جنہوں نے برملا فرمایا :-

نبی یری ما لا یر الناس حوله ویتلوا کتاب اللہ فی کل ہشہد فان قال فی یوم مفت الہ غائب فتصدیقہا فی ضحوة الیوم ادعہ (ترجمہ) ایسے نبی ہیں کہ وہ دیکھتے ہیں جو دوسروں کو نظر نہیں آتا، ہر جگہ گاہ میں کتاب اللہ پڑھتے ہیں۔ اگر کسی دن کوئی غیب کی بات بتاتے ہیں تو اُسی دن یا دوسرے دن اُس کی تصدیق ہو جاتی ہے قطع نظر اس روشن حقیقت کے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب دان سمجھتے تھے اگر مندرجہ بالا حدیث شریف پر غور کیا جائے تو اس سے مستند رجحانیں باقی رہتی ہیں :-

(۱) بچوں تک وہی بات پہنچتی ہے جو گھر گھر عام ہو چکی ہو۔ بچوں کو کیا پڑی کہ خواہ مخواہ

اپنے دل سے ایک ایسی بات گھڑ لیں جو انہوں نے اپنے گھر میں نہ سنی اور وہ بھی عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے، جن کی تربیت اخوش صداقت میں ہوتی تھی۔ بچوں کے یہ کہنے سے کہ وہ فیضانِ نبی علیہ السلام غانی غدا۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بات زبانِ زوفا خاص و عام کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں جانتے ہیں۔

(ب) حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تمہارے سامنے کوئی تمہاری تعریف کرے تو اس کے تپے پر خاک ڈال دو۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو یہ ہدایت فرما رہے ہیں تو خود اپنی تعریف کیسے سن سکتے تھے، وہ سر پر باعجز و انکسار تھے، انکسار کی حد ہے کہ صحابہ کرام کو اپنے لئے اٹھنے نہ دیتے تھے۔ ایسی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کو منع کرنا آپ کے عجز و انکسار پر محمول کیا جائے گا نہ کہ آپ کی بے خبری پر۔ (معاذ اللہ)

(ج) اگر واقعی آپ غیب کی باتیں نہ جانتے تھے اور یہ صفت خاص اللہ تعالیٰ کے لئے مختص تھی تو غیر خدا میں اس کا اقرار و اثبات کفر و شرک تھا اور اس کے لئے قاتلین کی فہمائش ضروری تھی مگر حدیث شریف سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہی گاؤں جو پہلے گارہی تھیں اور کوئی نصیحت و فہمائش نہ فرمائی۔

(د) شادی بیاہ کے موقع پر گانے وغیرہ کا ایک ماحول ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد گرامی سے ماحول کی شگفتگی اور بے تکلفی کو برقرار رکھا اور اس کی پوری پوری رعایت فرمائی، ہر کلام کا ایک محل ہوتا ہے۔ آپ شادی کی محفل کو شادی کی محفل ہی رکھنا چاہتے تھے، نعت کی مجلس نہیں۔ یہ آپ کا انکسار تھا۔

چھٹی عبارت :-

سب کاموں کے مختار کا نام اللہ ہے اور جس کا نام محمدؐ یا علیؑ ہے

اُس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔ ۱



اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے اختیار نہیں کیا مگر اپنا دل چاہا تو بیکہ پیش قدمی اختیار بنا دیا اور اس طرح نہایت بے باکی سے خدا کے اختیار کو بھی اپنے اختیار میں لے لیا۔ جو انداز گفتار مولوی اسماعیل نے اختیار کیا ہے یہ انداز تو قرآن کریم میں بھی نظر نہیں آتا۔

یہاں یہ امر باعث تعجب ہوگا کہ مولوی اسماعیل جس اختیار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ثابت نہیں مانتے وہی اختیار جامع تقویۃ الایمان، مولوی اسماعیل میں ثابت کر رہے ہیں، جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے۔ خود قرآن کہتا ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے سزا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے اٹھا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سوتے سوتے اٹھا لیتا ہے۔ تو سونا اور سونے کے بعد جاگنا تو اللہ کے اختیار میں ہے، مگر مولوی اسماعیل میں اس اختیار کو ثابت کیا گیا ہے۔ اس طرح وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختیار و اقتدار میں سبقت لے گئے۔ (معاذ اللہ)

اس اقتباس میں ایک اور بات نہایت افسوس ناک نظر آتی ہے کہ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام سے اجتناب کیا گیا کم از کم یہ بات ایک مسلمان عالم سے متوقع نہیں۔ مگر یہ حقیقت مزید حیرت ناک ہے کہ پیش نظر پوری تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان میں نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام نہیں حتیٰ کہ اگر حدیث میں ہے تو ترجمہ میں نہیں اور ہے تو محفل مختصر، صرف اشارہ۔ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ تنگ دلی ایک معمولی مسلمان کو بھی زیب نہیں دیتی چہ جائیکہ وہ حضرات جو مرشد و مصلح بن کر سامنے آئیں۔

نہ معلوم یہ کاتب کی غلطی ہے یا مصنف کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کا اندازہ تو بہت سی آیات و احادیث سے ہوتا ہے۔ صرف یہی ایک آیت کافی ہے جو بتا رہی ہے کہ نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب اختیار و اقتدار ہیں بلکہ طلب کرنے والے آپ کے وسیلے سے اختیار و اقتدار طلب کیا کرتے تھے۔ غور فرمائیں:-

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا۔

(ترجمہ) آپ کی تشریف آوری سے قبل (یہودی) آپ کے وسیلے سے کافروں پر فسح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

اب احادیث کی روشنی میں اختیار و اقتدار کا منظر ملاحظہ فرمائیں:-

(ا) اعطيت الكنزین الاحمر والابيض ۱۷

(ترجمہ) سرخ و سپید خزانے مجھے عطا کر دیئے گئے ہیں۔

(ب) لوشئت لمسارت معی جبال الذهب ۱۸

(ترجمہ) اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔

الغرض بہت سی آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور نبیوں کو بے اختیار نہیں بنایا۔ نبوت و رسالت خود اختیار و اقتدار کی غماز ہے جس طرح حکومت و سیاست میں خلافت۔

### ساتویں عبارت

معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی ڈھیٹ بن جائے، کتنے ہی گناہوں میں ڈوب جائے، سر نہ پا لے جیا بن جائے، پرایا مال ڈکارنے میں عار نہ سمجھے اور بُرائی اور بھلائی میں تمیز نہ کرے مگر پھر بھی شرک کرنے سے اور غیر اللہ کو ماننے سے بہتر ہے۔ ۱۹

۱۷ القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، ۸۹

۱۸ محمد ابو عبد اللہ دلی الدین، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۲

۱۹

۱۷ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۵۶



اس اقتباس میں مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے گنہگار پیروں کی خوب مدافعت فرمائی ہے اور گنہگاروں کی تقریباً ساری اقسام گناہی ہیں، یقیناً یہ اقتباس ان کے متبعین کے لئے وجہ سکون و طمانیت ہوگا۔ غیر اللہ سے مدد لینے والا اور اس حدیث پاک پر عمل کرنے والا یا عباد اللہ عینونی ایسا مشرک ہے، زمانے بھر کے گنہگار جس کے پاس گناہ بھی نہیں۔ پھر اس اقتباس میں غیر اللہ سے استعانت کا ذکر نہیں بلکہ ماننے کا ذکر ہے اور غیر اللہ کو ماننے بغیر انسان مسلمان ہوتا نہیں۔ اور یہاں فرما رہے ہیں کہ ماننے سے مشرک ہوتا ہے۔ خدا جانے رواروی میں ایسی بات کیوں لکھ دی جو ان کے اپنے عقیدے میں داخل نہیں یعنی رسولوں اور فرشتوں کو ماننا جو غیر اللہ ہی ہیں۔

یہاں جملہ مترضہ کے طور پر ایک واقعہ نقل کرتا چلوں۔ مولوی اسماعیل کے مؤیدین اور متبعین کی مساجد میں خطبہ جمعہ سے قبل اور خطبہ جمعہ میں خطبہ وائے کا موضوع کفر و مشرک ہی رہتا ہے۔ ضلع تھریار (سندھ) میں شہر مٹھی میں راقم نے تین سال گزارے وہاں جامع مسجد میں خطیب صاحب دو جمعہ مسلسل کفر و مشرک پر بولتے رہے جب تیسرے جمعہ بھی یہی تقریر فرمائی تو نماز جمعہ کے بعد خلوت و تنہائی میں راقم نے دریافت کیا کہ مسجد میں نمازی مسلمان تھے یا کافر و مشرک؟ انہوں نے فرمایا کہ "مسلمان" راقم نے عرض کیا مگر مسلسل تین جمعوں سے تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ جمع کفار و مشرکین میں تقریر فرما رہے ہیں۔ اس پر وہ نادم ہوئے اور آئندہ جمعہ سے مضبوطیوں کے بجائے مجبوروں کا ذکر کرنے لگے۔ قرآن میں کفار و مشرکین کا اس لئے ذکر ہے کہ سب قرآن نازل ہو رہا تھا تو اس کے اولین مخاطب یہی لوگ تھے، اب ان آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا کھلی خیانت اور دیدہ دلیری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کی بات چل چکی تو یہ عرض کرتا چلوں کہ جب ہم یہ دیکھتے، سنتے اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختار ہیں تو گویا ہم اپنے قول و عمل سے

یہ لڑا ہی دے رہے ہیں کہ جب ان کے اختیار کا یہ عالم ہے تو اس کے اختیار کا کیا عالم ہوگا جو مختار مطلق ہے! وہ منظر صفات الہیہ ہیں۔ ان کی ذات قدسی ہر صفت کی جلوہ گاہ ہے۔ صفات کا اقرار، ذات کے اقرار کے لئے لازمی ہے۔ جو صفات سے انکار کرتا ہے اس کی رسائی ذات تک نہیں ہو سکتی۔ جب یہ کہا جائے کہ اقتدار اعلیٰ صدر مملکت کے پاس ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مملکت کے سارے وزیر و امیر بے دست و پا ہیں۔ بلکہ اقتدار اعلیٰ کا ایک مرکز پر مرکوز ہونا اس بات کی روشن علامت ہے کہ مملکت میں صاحب اختیار و اقتدار حضرات بھی موجود ہیں، یہاں طوائف الملوکی نہیں۔ ایک نظام حکومت ہے۔ جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اختیاری کی بات کرتے ہیں اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی آیات و احادیث تلاش کرتے ہیں، ان کو اپنے عمل پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ ایک مسلمان کو یہی کرنا چاہیے؟ کیا خادوں میں گل تلاش کیئے جاتے ہیں یا گلوں میں خار؟

ابوداؤد شریف میں یہ حدیث ہے کہ ایک دیہاتی صحابی دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کو شفیع بنانا چاہتے ہیں۔ آپ نے ازراہ انکسار ارشاد فرمایا: اللہ پاک کسی سے سفارش نہیں کرتا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہے۔ اور مجمع صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر ایک روحانی کیفیت طاری ہو گئی۔ مگر مولوی اسماعیل نے اس کیفیت کو نہایت مہیب شکل میں پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-



## انھوں کی عبارت

تسبحان اللہ! اور تمام انسانوں میں سے افضل انسان، محبوب خدا، احمد  
مجتبیٰ محمد رسول صلعم (کذا) کی تو یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے  
ایک نامعقول بات نکل گئی تو آپ کے دہشت کے مارے ہوش  
اڑ گئے۔

اس موقع پر مولوی اسماعیل خلاف معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ادب و احترام سے  
پیش آئے ہیں اور یہ غالباً اس لئے کہ جو تنگ بات وہ کہنا چاہتے ہیں، نہ کھٹکے۔ مگر حسب معمول  
دُرود و سلام بخول گئے اور اشارہ پر ہی اکتفا کیا، بہر کیف اس انداز بیان کو علم معانی و بیان میں  
تاکید الذم بمسايشبه المدح کہہ سکتے ہیں یعنی مذمت کی تاکید ایسے الفاظ کے ذریعہ کرنا جو  
نظاہر مدح معلوم ہوتے ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ظاہر میں شفیع بنانا مولوی اسماعیل کو اچھا معلوم نہیں ہوتا حالانکہ  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف عالم ظاہر بلکہ عالم آخرت میں بھی گنہ گاروں کے شفیع ہیں۔  
یہ ڈھکی چھپی بات نہیں، بالکل ظاہر و باہر ہے۔ عالم ظاہر میں شفاعت پر  
تو یہی ایک آیت کافی ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

لہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع بنانا ایک نامعقول بات ہے۔ خود قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے  
عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا۔ (بنی اسرائیل: ۹۹) یہاں مقام محمود سے مراد مقام  
شفاعت ہی ہے۔ اس کے علاوہ آیت مذکورہ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ اِلٰہِ اِیْسٰی حَقِیْقَت  
پر دلالت کرتی ہے۔ مسعود

۱۔ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۷

الرَّسُولُ لَوْ جَدَّ وَاللَّهِ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝

(ترجمہ) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور  
پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اُن کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے  
والا مہربان پائیں۔

ایک حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عظمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-  
اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ اِمَامًا لِلنَّبِيِّينَ وَخَطِيبًا لَهُمْ وَشَفَاعَتُهُمْ  
غَيْرُ فَخْرٍ ۝

(ترجمہ) قیامت کے دن میں انبیاء کا امام اور خطیب اور اُن کا صاحب شفاعت ہوں گا  
اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔

ان تمام حقائق کے باوجود مولوی اسماعیل نے اپنے مطلب کی بات نکالی کہ حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم کو کسی کام کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور شفیع بنانا نامعقول بات ہے۔ (معاذ اللہ)۔  
پھر اگر نامعقول بات ہے تو ہوش اُس کے اڑنے چاہئیں جو نامعقول بات کہے  
سننے والے کے ہوش اڑنا عجیب بات ہے اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش۔  
قلب مسلم یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنا کہ:-  
”دہشت کے مارے ہوش اڑ گئے“

استہداج کی بے باکی اور گستاخی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش تو اُس وقت بھی قائم  
رہیں گے جب قیامت کی دہشت سے سب کے دل دہل رہے ہوں گے اور سب حیران و

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ النساء ۶۴

۲۔ (۱) امام محمد بن عیسیٰ: ترمذی شریف، جلد دوم، ص ۲۰۱

(ب) جلال الدین سیوطی: خصائص الکبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص ۲۲۴



پریشان ہوں گے۔ آپ ہی دربارِ الہی میں سب سے پہلے حاضر ہوں گے۔

قرآن حکیم میں جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب پہاڑ پر تجلیاں جلوہ ریز ہوئیں تو اس کی تاب نہ لاکر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہوش ہو گئے۔

موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفات

تو عین ذات می نگر می در تبسمی

اسی قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى۔ آپ نے پروردگار کی بڑی بڑی تجلیاں اور نشانیاں دیکھیں مگر مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى۔ بے ہوش ہونا تو بہت دور کی بات ہے آپ نے تو آنکھ بھی نہ چپکی اور نظر بھی نہ ہٹکی۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ جس صفحے پر مولوی اسماعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ شاندار کلمات لکھے ہیں اسی صفحے پر یہ شعر بھی لکھا ہے۔

از حق و خواہیم تو فنیق ادب

بے ادب محروم گشت از فضل رب

اللہ اللہ! توفیق ادب کی التجا ہے اور بے ادبی ہوتی جا رہی ہے، سچ ہے ع

بے ادب محروم گشت از فضل رب

نویں عبارت

ایک حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے فرمایا:-

یوں نہ کہو جو اللہ نے چاہا اور تمہارے چاہا بلکہ یوں کہو جس کو اللہ وحدہ لا شریک نے چاہا۔ ۱۷

یہ کلمات ناقص نقل کئے۔ اصل الفاظ یہ ہیں:-

لا تقولوا ما شاء الله وشاء فلان ولكن قولوا ما شاء الله

شع شاء فلان۔ ۱۸

(ترجمہ) یہ نہ کہو جو اللہ نے چاہا اور فلاں نے چاہا بلکہ یوں کہو جو اللہ نے چاہا پھر فلاں نے چاہا۔

اس حدیث شریف میں حضور تو حضور، غیر کی چاہت سے بھی اعراض نہیں کیا گیا مگر چاہنے کا سلیقہ بتا دیا۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے حدیث شریف کا وہ حصہ نقل کر کے جس سے ان کی مرعومہ بات ثابت ہوتی تھی یہ نتیجہ اخذ کیا:-

دسویں عبارت

یعنی شان الوہیت میں کسی مخلوق کو دخل نہیں خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور کیسا

ہی مقرب کیوں نہ ہو مثلاً یوں نہ کہا جائے کہ اللہ اور رسول چاہے گا تو کام

ہو جائے گا کیونکہ دنیا کا سارا کاروبار اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول

کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ۱۹

تحویل قبلہ کا واقعہ رسول علیہ السلام کی چاہت کا ایک ادنیٰ معجزہ ہے۔ ایک چہرے کے پھرنے سے سارے عالم کے چہرے پھر گئے۔ یہ کوئی معمولی بات ہے؟

۱۷ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۴۹

۱۸ قطب الدین خان، مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف، جلد اول، لاہور، ص ۵۱۰

۱۹ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۴۹

۱۷ القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۸

۱۸ القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۷



قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا  
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتَ فَوَلِّهَا  
وَجْهَكَ مُشْطَرَاكًا

(ترجمہ) ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں  
پھیر دیں گے اُس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا منہ پھیر دو  
مسجد حرام کی طرف اور اُسے مسلمانوں تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اس طرف کرو۔  
کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اے زبہ شانِ عبدیتِ تری توجہ دہر ہے اُدھر خدائی ہے  
ایک دوسری آیت میں اس چاہت کی مزید تشریح کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-  
وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعَ الرَّسُولَ  
مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ

(ترجمہ و تفہیم) جس قبلہ کی طرف تمہاری نگاہ کر رہی تھی ہم نے اُس کو اس لئے قبلہ بنایا  
کہ یہ اعلانِ ظاہر ہو جائے کہ کون تمہاری چاہت کا پاس دلِ خاطر رکھتے ہوئے تمہاری پیروی  
کرتا ہے اور کون اس چاہت کو ٹھکر کر اُلٹے پاؤں پھرتا ہے۔  
کیا خوب کہا ہے۔

کعبہ کا کعبہ روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کو جس نے ٹھکرایا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور وہ مردود ٹھہرا۔  
اسی لئے خلیفہ ہارون الرشید کے دسترخوان پر جب کدو پک کر آیا۔ ایک صاحب نے کہا کہ

لے القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، ۱۴۴

لے القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، ۱۴۳

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا۔ دوسرے صاحب نے کہا "لیکن مجھے پسند نہیں"۔  
اس کا اتنا کہنا تھا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے سر قلم کرنے کے لئے تلوار کھینچ لی اور جب  
تک اُس نے توبہ نہ کر لی، اُس کو نہ چھوڑا۔ محبت کے معاملے بہت نازک ہوتے ہیں۔

محبت جیسی کوئی چیز نازک نہیں۔ اسی لئے کہا ہے۔  
لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام  
آفاق کی اس کا رگہ شیشہ گری کا  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کی کیا بات، ارشاد ہوتا ہے:-  
لَوْ شِئْتُ لَجَرَى اللَّهُ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهَبِ وَالْفَضَّةِ  
میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ ساتھ چلتے۔  
اللہ اکبر! چاہت کی یہ شان اور پھر بھی مولوی اسماعیل دہلوی یہ فرماتیں:-  
"رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا"۔ لے (معاذ اللہ)

گیارہویں عبارت

مسند احمد کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اونٹ  
آیا اور اس نے آپ کو سجدہ کیا، یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آڑوئے  
سجدہ کا اظہار کیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"اپنے رب کی عبادت کرو۔ اپنے بھائی کی تعظیم کرو"۔ لے

اس حدیث شریف سے مترشح ہوتا ہے کہ سجدہ رب تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ البتہ  
بزرگوں کی عزت اور احترام لازم ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارادہ انکساف فرمایا۔

لے جنال الدین سیوطی، خصائص الکبریٰ، جلد دوم، مطبوعہ فیصل آباد، ص ۱۹۵

لے اسماعیل دہلوی، تقوینۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۹



”اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔“

مولوی اسماعیل نے حسب معمول ان منکسرانہ الفاظ کو حقیقت پر معمول کر کے جو نتیجہ نکالا وہ یہ ہے :-

بارھویں عبارت

یعنی تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، جو بہت بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ اُس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کرو، باقی سب کا مالک اللہ ہے۔ عبادت اسی کی کرنی چاہیے۔ معلوم ہوتا کہ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں خواہ انبیاء ہوں، اولیاء ہوں، وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہونے لے

حدیث شریف میں صرف بھائی کا ذکر ہے، چھوٹے بڑے کا نہیں۔ مولوی اسماعیل نے لفظ ”بھائی“ کو حقیقت پر معمول کر کے اس کی تقسیم کی اور چھوٹے بڑے بھائی کا بزرگ خود تعین کیا، اس کے علاوہ حدیث شریف میں ”بے بسی“ کا کوئی ذکر نہیں لیکن چونکہ مولوی اسماعیل انبیاء و اولیاء کو بے بس دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے یہ بات اپنے دل سے نکال لی۔ مولوی اسماعیل کی تشریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ ”بڑے بھائی“ کا درجہ دینے کے لئے تیار ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم بھائی تو بھائی آپ کو باپ کہنے کی بھی ممانعت کر رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۖ

۱۔ اسماعیل دہلوی، تقویتۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص ۷۱  
۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۴۰

(ترجمہ) محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ :-

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۚ

(ترجمہ) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم باپ سے زیادہ عزیز ہو اور جان سے زیادہ مالک و محبوب ہو اُس کو بڑا بھائی کہنا کس قدر جرات دے باقی کی بات ہے۔

تذکیر الاخوان مولوی اسماعیل سے منسوب کی جاتی ہے اس میں سورۃ الحجرات کی ایک آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

تیرھویں عبارت

یعنی طاقتور مسلمان بڑا بھائی اور کمزور مسلمان چھوٹا بھائی ہے۔ اور غیر مسلم بھائی ہے ہی نہیں۔ پھر بادشاہ ہو یا امیر حاکم ہو یا وزیر، مولوی ہو یا مفتی، مشائخ ہو یا پیر اور امیر یا فقیر بھائی سے زیادہ کسی کی حقیقت نہیں جب مسلمان کے لئے یہ بات ہے تو کافروں کو تو گدھوں،

گتوں یا چوڑے چاروں کی طرح سمجھنا چاہیے۔

اس اقتباس سے تو یہ معلوم ہوتا کہ انبیاء و صلحاء بڑے بھائی بھی نہیں بلکہ چھوٹے بھائی ہیں کیونکہ مولوی اسماعیل کے نزدیک وہ کمزور ہیں اور معاذ اللہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۶۰

۲۔ اسماعیل دہلوی، تقویتۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مضبوط مد لاہور، ص ۲۶۸



اگر ان اقتباسات پر زیادہ غور و فکر فرمائیں تو اور تلخ حقائق سامنے آتے ہیں۔

پچھلے بہت سے اقتباسات میں انبیاء و اولیاء کو اللہ کی شان کے آگے (معاذ اللہ) چارہ ہی نہیں چارہ سے زیادہ ذیل کہہ آئے ہیں اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ کافروں کو چوڑے، چاروں کی طرح سمجھنا چاہئے، تو معاذ اللہ کفار و مشرکین، انبیاء و اولیاء سے ایک درجہ اوپر ہوئے۔ کیوں کہ کفار چاروں کی طرح اور وہ معاذ اللہ چارہ سے زیادہ ذیل۔ اور بقول مولوی اسماعیل، کافر بھائی ہے ہی نہیں تو معاذ اللہ جو ان سے نیچے درجے پر ہوا وہ کیسے بھائی ہوا؟۔ اس قسم کا اظہار خیال تو دور جدید کے کسی غیر مسلم نے بھی نہ کیا۔ ان کلمات کو سن کر غیر مسلموں کے سامنے ہماری نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ افسوس صد افسوس یہ کیا لکھ دیا!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تویہ فرماتے ہیں:-

ان الله فضل محمد صلى الله عليه وسلم على اهل السماء۔ ۱

اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور کل نبیوں پر فضیلت دی۔ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:-

انا اكرم الاولين والاخرين على الله ولا فخر۔ ۲

میں اللہ کے نزدیک اولین و آخرین سے بہتر ہوں اور یہ بات قرآن سے نہیں کہتا۔

اور قرآن حکیم نے جو آپ سے اُلفت و محبت کا معیار رکھا ہے، وہ ہرگز معاشرے کے کسی بڑے

بھائی کے لئے نہیں رکھا جاتا، غور کرو، خوب غور کرو۔ ارشاد ہوتا ہے:-

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ

۱۔ محمد ابو عبد اللہ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، فصل ثلث بطبع مصر دہلی

۲۔ ایضاً، ص ۵۱۴

۳۔ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۲۴ (یہ آیت صحیحہ آچکی ہے)

(ترجمہ) آپ فرمادیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا گنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سود جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ کیوں یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ الخ

اور اس آیت کی تشریح و تفسیر مزید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے:-

لا یومن احد کوحتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ ۱

(ترجمہ) تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُس کے نزدیک اُس کے والد اُس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اور ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ ایمان کی حلاوت اُس کو ملے گی۔

من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواہما۔ ۲

(ترجمہ) جس شخص کے نزدیک اللہ اور اُس کا رسول تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔

یقیناً یہ کوئی عظیم شخصیت ہے جس سے محبت کے لئے اس قدر قد کا راند اور جانا راند جذبے کی ضرورت ہے۔ ہاں یہ اتنی عظیم ہے جس کا تعارف خود خدا کر رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

ولقد خلقت الدنیا واهلها لاعرفہم کوامتک ومنزلتک لوکلائک

ما خلقت الدنیا۔ ۳

(ترجمہ) میں نے دنیا اور مخلوقات و دنیا اس لئے بنائی کہ میری بارگاہ میں جو تمہاری عزت و

۱۔ محمد بن اسماعیل، بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۸، حدیث ۱۴

۲۔ بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۱۴، حدیث ۲

۳۔ احمد زینی الدحلان مکی، السیرۃ النبویہ والاخبار المحمدیہ، علی حاشیہ سیرت المحلبیہ، بیروت، ص ۷۲، روایت ابن عباس



منزلت ہے ان پر ظاہر کروں، اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا نہ بناتا۔

غور کرو، دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار البحر۔ دار البحر کا دار و مدار دار العمل پر ہے جب دار العمل ہی نہیں تو دار البحر اکیسا، اس حدیث کا اب یہ ترجمہ ہوگا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا و آخرت پیدا نہ کرتا چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے:-

لَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا اَرْضًا وَلَا سَمَاءً۔ ۱

(ترجمہ) اے آدم اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو نہ میں تجھے پیدا کرتا اور نہ آسمان و زمین کو بناتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلیل رسالت لئے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما رہے ہیں:-

۱۔ يا عمرا أتدري من أنا؟ انا الذي بعثني الله في التوراة

لموسى وفي الانجيل لعيسى وفي الزبور لداود ولا في خلد

(ترجمہ) اے عمر تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں

جس کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے لئے تورات میں مبعوث فرمایا، عیسیٰ کے

لئے انجیل میں، اور داؤد کے لئے زبور میں مبعوث فرمایا۔ اور

اس پر مجھے کوئی غرور نہیں۔

ب۔ يا عمرا أتدري من أنا؟ انا اسمي في التوراة أحيى وفي

الانجيل البارقليط وفي الزبور رحيميا ط وفي صحف ابراهيم

طاب طاب ۳

(ترجمہ) اے عمر تم کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں

جس کا نام تورات میں احمد ہے اور انجیل میں بارقلیط ہے، زبور میں رحیمیا

ہے اور صحف ابراهيم میں طاب طاب۔

کیا ایسی عزت والے اور ایسی منزلت والے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے یہ خیال بھی کیا جاسکتا ہے کہ وہ ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہیں اور اللہ کے بے بس بندے؟

ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کا عالم اس آیت

شریفہ سے ظاہر باہر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا احْسَبْنَا

اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ

رَاغِبُونَ ۵

(ترجمہ) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ اور رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور کہتے

خدا کافی ہے۔ اب ہمیں دے اللہ اور رسول اپنے فضل سے، ہم اللہ کی

طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

مولوی اسماعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور رب تعالیٰ کے درمیان جو حد فاصل کھینچی۔

خود رب تعالیٰ نے اس کو مٹا دیا اور اپنے ساتھ اپنے محبوب کا ذکر کر کے اس خیال کو باطل کر دیا کہ

صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے بے بس ہیں۔ بلکہ اس کی محبت کامل میں مختار ہیں۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے:-

انه كان فقيرا فاغناها الله ورسوله۔ ۶

(ترجمہ) (ابن جریل) فقیر تھا، اللہ اور اس کے رسول نے اُس کو غنی کر دیا۔

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ التوبۃ، ۵۹

۲۔ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، جلد اول، باب قول اللہ تعالیٰ وفي الرقاب والغارمین

مطبوعہ قصور، ص ۱۹۸

۱۔ ابن زبیر الدحلان مکی، السیرۃ النبویۃ، آثار المحمدیہ، علی حاشیہ سیرت الحلبيہ، بیروت، ص ۵

۲۔ علی بن برہان الدین الحلبي، سیرت الحلبيہ، مطبوعہ مصر، ص ۲۳۳



وہ بے بس کیسے ہو سکتا ہے جو دوسروں کو بھی غنی بنادے۔ ذرا غور تو کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا بھائی کہنے میں مذہبی اور روحانی خطرات تو ہیں ہی مگر اس میں بہت سے نفسیاتی اور سیاسی خطرات بھی ہیں۔

ہر انقلاب برپا کرنے کے لئے کسی نہ کسی شخصیت سے ایسی چسپیدگی اور پیوستگی ضروری ہے جس سے فداکاری اور جہاں نشداری کے تمام عناصر موجود ہوں، اگر یہ والہانہ تعلق نہیں تو کوئی انقلاب برپا نہیں ہو سکتا۔ تاریخ عالم پر نظر ڈالئے، آپ کو یہی کچھ دکھائی دے گا۔ گزشتہ

نصف صدی میں ہندوستان، پاکستان، روس، چین، ویت نام وغیرہ میں ایسی شخصیتیں ابھریں قوم نے جن سے اپنے فداکارانہ تعلق کا مظاہرہ کیا اور انقلابات آئے۔ توجیب

علاقائی انقلابات کے لئے قوم کا شخصیتوں سے ایسا والہانہ تعلق ضروری ہے تو غور کریں کہ جس ذاتِ قدسی نے سارے عالم کو متاثر کیا اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا اُس سے کس کمال کی پیوستگی

ضروری ہے یا نہیں؟ دُنیا میں اسلامی انقلاب کا سب سے بڑا محرک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتِ اسلامیہ کا یہی جہاں نشاندہ تعلق ہے جو مطلوب و مقصودِ قرآن ہے۔

مولوی اسماعیل نے تقریباً ۲۰/۸۲ء کے لگ بھگ بڑے بھائی کا نعرہ لگایا اور اس تعلق کو کمزور کیا جو سیاسی قوت کی جان ہے تو کیا ہوا؟ بالاکوٹ میں ٹینکسٹ

ہوئی، پھر سکوت دہلی کا سانحہ پیش آیا اور عملاً ہندوستان ہاتھ سے چلا گیا، سلطنت عثمانیہ پر زوال آیا۔ انفرس اس نعرے نے اسلامی ساکھ پر ضرب کاری لگائی۔ اور جب وہی قرآنی نعرہ

لگایا گیا اور سب کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی طرف بلایا تو دُنیا نے دیکھا کہ سینہ گیتی پر ایک عظیم سلطنت پاکستان ابھر رہی تھی اور جب اس جذبہ عشق کو دبا دیا تو یہی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے

ہوئی اور ایک جہہ گیر انتشار پیدا ہو گیا جو اسی وقت ختم ہوا جب غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سینہ سپر ہو کر میدان میں آئے اور پھر دُنیا نے دیکھا کہ ایک تعمیری انقلاب آیا۔ تو اُن تمام شواہد

کو سامنے رکھتے ہوئے دل خود بخود گواہی دیتا ہے کہ سیاست و حکومت کی بقا اور استحکام کے لئے بھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ اور جہاں نشاندہ عشق و محبت لازمی ہے۔ ع

دہریہ اس شخصیت سے اُجالا کر دے

### چودھویں عبارت

بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ انکسار فرمایا۔ میں تو محض اُس کا بندہ ہی ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول کہو۔

مولوی اسماعیل نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔

مگر بشر رسول بن کر بھی بشر ہی رہتا ہے، بندہ ہونا ہی اُس کے لئے سبب

فخر ہے۔ نبی بن کر بشر میں خدائی شان نہیں آجاتی اور خدا کی ذات میں

نہیں مل جاتا، بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔ ۱۷

یہ بات مولوی اسماعیل کو خدا سے کہنی چاہیے کہ بشر کو بشری کے مقام پر رکھو۔ کیونکہ خدا نے قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس معیت و محبت کا اظہار فرمایا ہے اس کو دیکھ کر تو یہ شعر زبان پر

آتا ہے۔ تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو، نہ خدا ہو

اللہ ہی کو معلوم ہے، تم کون ہو، کیا ہو؟

ایک حدیث شریف میں خود ارشاد فرمایا کہ یا ابابک! والذی بعثنی بالحق لعل

یعلمنی حقیقۃً خیر ربی۔ اے ابوبکر! قسم ہے اُس کی جس نے سچائی کے ساتھ مجھے بھیجا میری حقیقت سوائے میرے پروردگار کے کسی نے نہ جانی۔ ہم کون اُن کے مقام کا

تعیین کرنے والے! خداوند تعالیٰ نے اپنی اور اپنے حبیبِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے

مولوی اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۷۳

۱۷ ایضاً، ص ۷۳

۱۷ محمد المہدی الفاسی: مطالع المسیرات، فیصل آباد، ص ۱۲۹



محبت کے لئے دوہرا معیار نہیں رکھا، ایک ہی معیار رکھا۔ بشر کو بشر کے مقام پر رکھنے کا تعاننا یہ تھا کہ خدا اور بندے کے لئے محبت کے الگ الگ معیار ہوتے، لیکن نہیں، ایسا نہیں کیا گیا۔ بلکہ قرآن کریم میں جہاں اپنی محبت کو دنیا جہاں کی محبت سے بالاتر رکھنے کا حکم دیا وہاں یہی حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی دیا اور اپنی محبت کی طرح آپ کی محبت کو بھی دنیا جہاں کی محبت سے بالاتر قرار دیا اور صاف صاف فرمادیا کہ اگر تم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسی محبت نہیں کر سکتے تو عذاب الہی کا انتظار کرو۔

یہ جو مولوی اسماعیل نے کہا کہ بندہ ہونا ہی اس کے لئے سبب فخر ہے۔ یہ غور نہ فرمایا کہ بندے تو ہم بھی ہیں، یہ فخر تو ہم سب کو حاصل ہے۔ پھر نبی اور رسول کا امتیاز کیا ہے؟ کم از کم اقبال والی بات کہہ دی ہوتی۔ وہ کہتا ہے کہ بندے تو سب ہی ہیں مگر بندہ ہونے اور اُس کا بندہ ہونے میں بڑا فرق ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ ۖ

(ترجمہ) پاکی اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔

فَأَنزَلْنَاهُ إِلَىٰ عَبْدِهِ ۖ

(ترجمہ) پس وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

سُبْحَانَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ! ہاں ۷

عبد دیگر، عبدہ پیچھے دیگر

ما سراپا انتظار، اَوْ مُنْتَظَرٌ (اقبال)

وہ کہتا ہے کہ ہم جیسے بندوں کا تو حال یہ ہے کہ ہم رحمت باری کا انتظار کر رہے ہیں اور اُن کا حال یہ ہے کہ رحمت باری اُن کا انتظار کر رہی ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ!

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ بنی اسرائیل، ۱

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ الفہم، ۱۰

انتظار کا عالم یہ ہے کہ ارشاد ہو رہا ہے :-

ان الجنة حرام علی الانبیاء حتی تدخلھا یا محمد

وصلی الامم حتی تدخلھا امتک۔ ۱۰

(ترجمہ) اے محمد جب تک جنت میں آپ داخل نہ ہوں گے تمام نبیوں پر جنت

کا داخلہ قطعاً بند رہے گا اور جب تک آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو

جائے گی، ساری امتیں کا داخلہ بند رہے گا۔

مولوی اسماعیل نے کہا کہ بشر کو بشری کے مقام پر رکھو۔ خدا سے نہ ملاؤ! مگر قرآن حکیم

بلکہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا سے ملا رہا ہے۔ سنو :-

(ا) اَعْلَمُوا أَنَّهُ دُرُّ سُوْلَةٍ مِنْ فَضْلِهِ ۖ

(ترجمہ) اللہ اور اُس کے رسول نے اپنے فضل سے اُنہیں غنی کر دیا۔

(ب) وَكَذَٰلِكَ أَنفَعُ رِضْوَانًا تِلْكَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۖ

(ترجمہ) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اُس کے رسول

نے اُن کو دیا۔

(ج) إِنَّمَا وَلِيَّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۖ

(ترجمہ) بے شک اللہ اور اُس کا رسول تمہارا مددگار ہے۔

بہت سی آیات ہیں، کہاں تک عرض کیا جائے۔ ہاں ایک حدیث پاک

۱۔ علی بن ابی طالب، سیرت حلبی، سیرت حلبیہ، مطبوعہ مصر، ص ۴۳۲

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۷۴

۳۔ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۵۹

۴۔ القرآن الحکیم، سورۃ المائدہ، ۵۵



ضرورت سماعت فرمائیں، جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلندی پر پہنچایا کہ عقل کے پر چل گئے۔  
سُنیے:-

ان من حمدنا يوم القيامة على كوسى الرب بين يدي الرب  
(ترجمہ) بے شک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اپنے رب کے حضور اُس کی کُرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔

اب کس کی جرأت ہے جو خدا سے یہ کہے کہ تو نے اپنے حبیبِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سامنے اپنی کُرسی پر کیوں بٹھایا، یہ تو بشر ہیں، ان کو بشری کے مقام پر رکھ؟  
پندرہویں عبارت

ایک حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے مولوی اسماعیل لکھتے ہیں:-  
پہلے معنی کے لحاظ سے ایک چونیٹی کا سردار بھی آپ کو نہ مانا جائے کیونکہ آپ اپنی طرف سے ایک چونیٹی میں بھی تصرف کے مختار نہیں۔  
ایسے الفاظ لکھتے ہوئے دل لرزتا ہے اور قلم کا پنتا ہے نہ معلوم مولوی اسماعیل نے کس دل سے یہ باتیں لکھ دیں:-

حدیث شریف میں آتا ہے:-  
اعطيت الكنزین الاحمر والابيض۔  
(ترجمہ) میرے ہاتھ میں سُرخ و سپید دونوں خزانے دے دیئے گئے۔  
جب کوئین کے خزانے دے دیئے گئے تو اب یہ کہنا کہاں تک صحیح ہوگا کہ آپ کو اپنی طرف

سے ایک چونیٹی میں بھی تصرف کا اختیار نہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔ جب مختار بنا دیا تو پھر مجبوری کی بات کرنا معقول بات نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت و جلال کا یہ عالم ہے کہ درندے تک نام نامی سن کر غلاموں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرزین روم میں لشکر سے بچھڑ گئے۔ تلاش کرتے پھر رہے تھے کہ جنگل سے شیر نمودار ہوا۔ آپ نے بے ساختہ فرمایا:-

يا ابا الحارث انا مولی رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

(ترجمہ) اے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔

یہ سننا تھا کہ شیر قدموں میں جھک گیا اور آپ کی رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ لشکر سے مل گئے کیا کسی مجبور انسان کی مجبور پر اس طرح حکومت ہوتی ہے؟  
حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب ہرقل روم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارک سنے تو بے ساختہ پکار اٹھا:-

فسبحك موضع قدحی هاتین۔

(ترجمہ) عنقریب وہ میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کے (یعنی تخت و تاج کے) مالک ہوں گے۔

اور اسی حدیث میں آیا ہے کہ ہرقل روم نے بولا کہا:-

هذا املاک هذه الامة قد ظهر۔

(ترجمہ) یہی اس زمانے کے لوگوں کا بادشاہ ہے جو ظاہر ہو گیا۔

۱۔ تجلی الیقین، مطبوعہ مراد آباد (۱۳۵۷ھ)، ص ۲۹ بحوالہ نسیم الریاض للعلامة الشہاب الخفاجی

۲۔ مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۷۶

۳۔ محمد رجب اللہ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل مسند المرسلین، دہلی ۱۳۲۷ھ، ص ۵۱۲

۱۔ ابن نعیم الاصبہانی، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ بیروت، جلد اول، ص ۳۹۹

۲۔ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الوصی، باب نمبر ۱، حدیث نمبر ۶

۳۔ بخاری شریف، کتاب الوصی، باب نمبر ۱، حدیث نمبر ۶







# تاثرات و تمیزات

- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب و سوال کرنا ایسا ہے جیسے کوئی تاج شاہی ایک چار کے سر پر رکھ دے۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) جس نے رسول علیہ التحیۃ والتسلیم کو پکارا اُس نے بھنگی اور چار کو پکارا۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے ذرے سے بھی کم تر اور چار سے زیادہ ذیل ہیں۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) جس کا نام محمد یا علی ہے اُس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) دو عالم کے تاجدار، احمد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دہشت کے بارے ہوش اڑ گئے۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بے بس بندے اور ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور بشر کو بشری کے مقام پر رکھو۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے توحید کے پردے میں یہ کہا کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چوٹی کے بھی سردار نہیں۔ آپ اپنی طرف سے ایک چوٹی میں بھی تصرف کے

مختار نہیں۔ (معاذ اللہ)

- آپ سُن چکے، کہنے والے نے یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام لوگوں کی طرح اپنے باپ سے پیدا ہوئے اور ان کو عوام پر صرف اس لئے برتری حاصل ہے کہ وہ اللہ کے احکام جانتے تھے اور لوگ نہ جانتے تھے۔ (معاذ اللہ)
- آپ نے امانت و گستاخی کے خازنوں کو دیکھا جہاں اہل محبت کے قدم لڑکھڑاتے ہیں۔
- جہاں الفاظ کی پکاروں اور معافی کی آہوں سے کلچر منہ کو آتا ہے اور سینے شق ہوئے جاتے ہیں۔
- اللہ اللہ کسی کیسی باتیں کہہ دیں۔
- حرم عشق میں کلام مچا ہوا ہے۔
- آنکھیں اشکبار ہیں۔
- دل فگار ہیں۔
- کوئی تو ان محبت کے ماروں کی خبر لے۔
- کوئی تو ان کی آہیں سُنے۔
- کوئی تو ان کے نالے سُنے۔
- ہاں یہ کس نے قیامت ڈھائی ہے؟
- ہاں یہ کس نے دل دکھایا ہے؟
- ہاں یہ کس نے چرکا لگایا ہے؟
- ہاں کسی کا نام نہ لو۔
- آہوں سے شرارے اٹھتے ہیں آنکھوں سے ریا بیتے ہیں
- حرم عشق میں آگ لگاتی تھی۔
- بکھانے والوں نے بکھا دی تھی۔
- مگر پھر لگاتی جا رہی ہے۔
- محبت والو! گھر کی خبر لو۔
- ہاں اس کو اُجڑنے نہ دینا
- یہ اُجڑ گیا تو جہان اُجڑ گیا۔
- ردنق ہستی ہے عشقِ حسانہ ویراں ساز سے
- انجمن بے شمع ہے گر برقِ حسدِ من میں نہیں
- درسِ محبت لینا ہے تو صحابہؓ سے لو۔
- عشقِ خانہ ویراں ساز نے اُن سے اُن کے بزرگوں، عزیزوں اور پیاروں کو چھڑایا۔
- ہاں ان کے جگر کے ٹکڑوں کو چھڑایا۔
- اور انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول، دو جہاں کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سب کو چھوڑ دیا۔
- ہاں وہ پاس لٹھیاؤں سے مُٹھپتے تھے۔
- تم اسی محبت کی پرورش کرنا۔



ہاں اُسی محبت کی جو این و اُس سے بے نیاز کر دیا کرتی ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو  
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

عقل کے ماروں نے دنیا کو تباہی کے کنارے لاکھڑا کیا۔ اب عشق والوں کی بارگاہ

ہے کہ یہی ڈوبتوں کو نکالتے ہیں۔ یہی مردہ تنوں میں رُوحیں پھونکتے ہیں۔

یہی خزاں میں بہاریں لاتے ہیں۔ آؤ، آؤ دلوں کو آباد کریں۔ آؤ، آؤ

خزاں رسیدہ گلشنوں کو شاداب کریں۔ آؤ آؤ محبت والوں کی دلزاری کریں کہ دل

دکھانے والوں نے ان کا بہت دل دکھایا ہے۔

یاد رکھو رب العالمین اور عالمین کے محبوب و مہر کا یہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔  
 جہاں کی ساری محبتیں، ساری عقیدتیں، ساری اُفتیں اس ایک در پر دربان  
 ہونے کے لائق ہیں۔ یہی وہ در ہے جہاں خالق کائنات کی طرف سے درود و سلام کے  
 گجرے چلے آ رہے ہیں۔ یہی وہ در ہے جہاں فرشتے درود و سلام کی سوغاتیں لائے ہوئے ہیں۔  
 یہی وہ در ہے جہاں کائنات کے گوشے گوشے سے درود و سلام کے تحفے چلے آ رہے  
 ہیں۔ ہاں یہ در نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اس در کی سرخوردنی، ہر در کی  
 سرخوردنی ہے۔

دیکھتے دیکھتے ابوطالب نے کیا عرض کیا ہے جسے سرکار کی خواہش پر علی مرتضیٰ پیش کر رہے ہیں۔

و ابيض يستمقي الفمام وجهه

شمالی الیٹائی عصمتہ لادرامل

(ترجمہ) وہ گورے رنگ والے کہ ان کے منہ کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے۔

کما افادہ العلامة ابن حجر العسقلانی (رحمۃ اللہ علیہ) ۱۶۵ (والبیہقی فی دلائل النبوة عن انس رضی اللہ عنہ)

یتیموں کے جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان۔

اور شیخ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا فرمایا ہے :-

فصل في المليك ولى العباد

رب العباد على احمد

(ترجمہ) احمد مصطفیٰ علی اللہ علیہ وسلم پر بندوں کے بادشاہ، بندوں کے والی اور

بندوں کے پروردگار نے درود و سلام بھیجا ہے۔

اللَّهُ الشَّهِيدُ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ

اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم، روف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام

بکھج رہے ہیں۔ ۷۔

کعبہ کا کعبہ روتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ایک آیت ہدایت کے لئے کافی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی

ساری تقریریں ایک طرف اور یہ آیت ایک طرف ————— اس نکتہ کو حضرت فاطمہ الزہرا

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سمجھا اور ہم کو سمجھایا۔ کاش ہماری سمجھ میں آجاتے۔

اور دیکھئے ببل چینستان رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیا فرما رہے ہیں :-

۱- فامسی سراجا مستنیر اهادیا

يلوح كما لآح الصيقل البهند<sup>٣</sup>

(ترجمہ) دُورِ روشن چراغِ اُورِ ہادی بن کر تشریف لائے۔ اور اس طرح چمکے جس طرح

چمکاتی ہوئی تلوار چمکتی ہے۔

لـ يوسف النبهاني: حجة الله على العالمين، من ٢٧١ بحواله الشمس الدين ناصر المشرق، سلوة الكتيب بوفاة الحبيب

طه القرآن الحكيم، سورة الاحزاب، ٥٤

۳۱۰ عبد الرحمن البرقوقي، شرح دیوان حسان بن ثابت، بیروت ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۵











جس میں صرف ان کے عقائد و افکار کی تردید و اشاعت ہو؛

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبد الوہاب کی حیات و افکار پر مختصر روشنی ڈالی جائے پھر مولوی آخیل دہلوی اور ان کے مرشد مولوی سید احمد بریلوی کے متعلق کچھ عرض کیا جائے تاکہ مولوی آخیل کے بارے میں جملہ حقائق سامنے آجائیں اور قارئین کرام اچھی طرح سمجھ سکیں کہ نور و تاریں جو عبارت پیش کی گئی ہیں ان کے لکھنے والے کا مذہبی، فکری اور سیاسی پس منظر کیا تھا اور اس کے غرائز کیا تھے؟

(۲)

ابن عبد الوہاب سترھویں صدی کے اواخر یا انھارویں صدی کے اوائل میں نجد کے مقام عینہ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء میں نجد کے مقام درعیہ میں وفات پائی۔ ان کی زندگی میں علم و فضل سے زیادہ جوش و جذبہ کی کارفرمائی نظر آتی ہے اسی لئے دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا سید انور شاہ کشمیری نے ان کے متعلق لکھا ہے:-

امام محمد بن عبد الوہاب النجدی فادہ کان رجلاً بليداً  
قليل العلم

ترجمہ لیکن محمد بن عبد الوہاب نجدی کم ہنس اور کم علم شخص تھا۔ اسی طرح علامہ عبد الحفیظ بن عثمان قاری طائفی نے ابن عبد الوہاب کو "جاہل اور غبی" لکھا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ وہ اپنے متبعین کے علاوہ عالم اسلام کے سوائے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے تھے، تکفیر میں تعجیل کرتے تھے اور بغیر عند شرعی مسلمانوں کا بے دریغ خون بہاتے تھے، ان کے اہل کو لوٹتے، ان کے گھر وں کو تاراج کرتے!

لہ بدر عالم فیض الباری، دیوبند ۱۹۸۵ء، جلد ۱ صفحہ ۱۷۰

۲۷ عبد الحفیظ بن عثمان، جلال القلوب و کشف الکروب، استانبول ۱۳۹۸ھ

حنی کہ خود شیخ سلیمان بن عبد الوہاب اپنے بھائی محمد بن عبد الوہاب سے پوچھتے ہیں:-

آپ ان لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو کلمہ شہادت پڑھتے ہیں نماز روزہ، حج اور زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ ہم آپ سے دریت کرتے ہیں کہ آپ نے خلق خدا کو کافر بنانے کا قول کہاں سے لیا ہے؟ پھر دریافت کرتے ہیں:-

جو تفصیل آپ نے بیان کی ہیں کہ اس کام کا کرنے والا مشرک، اس کام کا کرنے والا مشرک۔ آپ نے یہ تفصیل کہاں سے لی ہیں؟  
— کیا ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے؟

ابن عبد الوہاب نے جن مسلمانوں کو اپنے خیال میں کافر و مشرک سمجھا ان کا بے دریغ خون بہایا، اس کی تفصیلات ایک ہم عصر عالم علامہ ابن عابدین شامی کی تحریر سے ملتی ہیں، وہ لکھتے ہیں:-

نجد سے عبد الوہاب کے پیروان نکلے اور انھوں نے حرمین پر قبضہ کیا۔ وہ اپنے کو اگرچہ حنبلی کہتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہو، وہ مشرک ہے بنا بریں انھوں نے اہل سنت کو اور ان کے علما کو قتل کرنا مباح قرار دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ سلیمان نے ابن عبد الوہاب سے پوچھا:-

”اسلام کے ارکان کتنے ہیں؟“

انھوں نے جواب دیا:- ”پانچ“

شیخ سلیمان نے کہا:-

لہ الصواعق الاثیة فی الرد علی الوہابیة، مطبوعہ استانبول ۱۲۸۵ھ، ص ۵۵، ایضاً ص ۵

۲۸ محمد امین بن عمر معروف بابر ابن عابدین، رد المحتار شرح درمختار، مطبوعہ مطبعہ المدینہ، ص ۳۹



انت جعلتہا ستۃ والسادس من لم یتبعک فلیس بمسلمۃ  
ترجمہ: آپ نے چھ ارکان بتا دیئے اور چھارکن یہ ہے کہ جو شخص آپ کی پیروی نہ  
کے وہ مسلمان نہیں ہے۔

ابن عبد الوہاب نے جب اپنی دعوت کا آغاز کیا تو امیر دیر عبد محمد بن سواد نے ان کے ہاتھ  
پر بیعت کی پھر دیر کے قریب جواریں اس مسلک کو پھیلا یا گیا۔ آل سعود سے اس  
مسلک کو فوجی قوت ملی پھر حرمین شریفین اور قریب و جوار میں مسلمانوں کا بے دریغ  
خون بہایا گیا اور متقاہر و مقامات مقدسہ کو منہدم کیا گیا اور بے حرمتی کی گئی اس  
کی تفصیلات تاریخ نجد و حجاز (مصنف: محمد عبد القیوم، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۹ھ) میں  
مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔ ابن عبد الوہاب اور ان کے متبعین کے اس عمل کو مواصر اور  
متاخرین علماء نے اچھا نہ سمجھا اور تقریباً چالیس علماء عرب نے ابن عبد الوہاب کے  
انکار و اعمال کا رد لکھا خود ان کے والد ان سے خوش نہ تھے اور ان کے بھائی شیخ  
سلیمان بن عبد الوہاب نے ان کے رد میں رسالہ لکھا جس کے عنوان پر بھی پیش  
کئے گئے، یعنی الصواعق اللطیفیہ الرد علی الوہابیہ (۱۱۶۷ھ) یہ رسالہ ابن الوہاب  
کی دعوت کے آٹھویں سال لکھا گیا، اس میں ایک ایک کر کے ابن الوہاب کے عقائد  
و افکار کا بدلہ لیا گیا ہے جو قابل مطالعہ ہے۔

(۳)

مولوی اسماعیل دہلوی نے ابن عبد الوہاب کی پیروی میں اپنے عقائد ترتیب  
دیئے اور ابن عبد الوہاب کی کتاب رد الاشک یا کتاب التوحید کے طرز پر تقویتہ الایمان  
میں پھر اس کے عملی نفاذ کی کوشش کی۔

مولوی اسماعیل ۲ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء کو بمقام پھلت (ضلع مظفر گڑھ  
محارت) میں پیدا ہوئے اور ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۳۴ھ / ۱۸۱۹ء کو بالاکوٹ (سرحد پاکستان)

لے سلیمان نجدی، الصواعق اللطیفیہ، مطبوعہ استانبول  
لے ابو حامد بن مرزوق، التوسل بالنبی و جملۃ الوہابیین، مطبوعہ استانبول ۱۲۹۶ھ

میں جان دی۔ — موصوف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے چھوٹے بیٹے شاہ  
عبد الغنی کے فرزند تھے۔ ابتدائی کتابیں ان سے پڑھیں پھر اپنے چچا حضرت شاہ عبد العزیز  
محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر سے پڑھا اور جلد ہی فارغ ہو گئے،  
طبیعت میں ضد کا مادہ تھا چنانچہ ایک موقع پر انھوں نے اپنے چچا حضرت شاہ  
عبد العزیز اور شاہ عبد اللہ درکی ہدایت و نصیحت پر عمل کرنے سے بھی انکار کر دیا جس  
سے ان کو سخت قلق ہوا۔

مولوی اسماعیل دہلوی کی متعدد تصانیف میں تقویتہ الایمان زیادہ مشہور ہوئی  
اس کی وجہ سے مسلمانوں میں بڑا انتشار پھیل گیا جو اب تک قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خانوادہ  
ولی الہی کے اکابر علماء نے اس سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور ربیع الاول ۱۲۳۴ھ کو  
دہلی کی جامع مسجد میں باقاعدہ اس کا اعلان کیا گیا۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث  
دہلوی نے اس کا رد لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا جو علالت کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا۔ علامہ  
فضل حق خیر آبادی نے اس کے رد میں ایک کتاب تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی  
(۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۵ء) تحریر فرمائی اس میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے سترہ نامی  
گرامی شاگردوں کی تصویب و تصدیق موجود ہے۔ مولوی اسماعیل کے چچا دہلوی  
مولانا محضوف اللہ بن شاہ رفیع الدین نے تقویتہ الایمان کے رد میں معید الایمان  
کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اسی طرح دوسرے بھائی مولانا محمد موسیٰ نے بھی حجۃ الیسن  
فی اثبات الخلیل کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ مولانا محضوف اللہ، تقویتہ الایمان کی  
فتنہ انگریزی کے پیش نظر اس کو تقویتہ الایمان کہا کرتے تھے یعنی ایمان کو ہلاک کرنے  
کرنے والی۔

لے ادراج ثلاثہ، امداد الغریب، سہارنپور ۱۳۳۷ھ، حکایت ۳۷

لے محضوف اللہ، تحقیق الحقیقہ، مطبوعہ بمبئی ۱۲۶۶ھ بحوالہ انوار آفتاب صداقت مؤلف فضل احمد  
لے معینا نوی، ص ۲۴۔ لے نریہ ابوالحسن فاروقی، مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویتہ الایمان  
مطبوعہ دہلی ۱۳۸۳ھ، ص ۱۴۔ لے ایضاً، ص ۱۰۱



مولانا فضل رسول بدایونی کے استفسار پر مولانا مخصوص اللہ ابن شاہ رفیع الدین دہلوی نے تحقیق الحقیقہ کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا، اس کی مندرجہ ذیل عبارت سے تقویت الایمان کی حیثیت متعین کی جا سکتی ہے:

۱۔ تقویت الایمان کہ میں نے اس کا نام تقویت الایمان ساتھ ساتھ لکھا ہے اس کے رد میں رسالہ جو میں نے لکھا ہے اس کا نام معید الایمان لکھا ہے۔ اسماعیل کا رسالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا کہ تمام انبیاء اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے کیوں کہ پیغمبر سب توحید کے سکھانے کو اپنی راہ پر چلنے کو بھیجے گئے تھے، اس کے رسالے میں اس توحید کا رد پیغمبروں کی سنت کا پتہ بھی نہیں ہے۔

۲۔ جس رسالے سے اور اس کے بنانے والے سے لوگوں میں برائی اور بگاڑ پھیلے اور خلاف سب انبیاء و اولیاء کے ہو وہ گمراہ کرنے والا ہو گا یا ہدایت کرنے والا ہو گا؟ میرے نزدیک اس کا رسالہ عمل نامہ برائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والا فتنہ گر اور مفسد اور غادی اور مغوی ہے۔

تقویت الایمان کے بارے میں یہ خیالات شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ میلہ کے صاحبزادے مولانا مخصوص اللہ کے ہیں جو مولوی اسماعیل دہلوی کے تیار زاد بھائی تھے گھر کا حال اہل خانہ ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا تاثرات سے تقویت الایمان کی حیثیت آسانی سے متعین کی جا سکتی ہے:

غالباً تقویت الایمان کی اسی فتنہ انگیزی کی وجہ سے انگریزوں نے اس کی اشاعت میں حصہ لیا۔ کیوں کہ ملت اسلامیہ میں انتشار و افراق ان کے مقاصد حلیہ میں سے

لے مخصوص اللہ، تحقیق الحقیقہ، بحوالہ مذکور، ص ۱۰۲

۱۰۲۔ ایضاً: ص ۱۰۲۔ تہ قرآن و تفسیر: العلامة فضل حق خیر آبادی، مقالہ ڈاکٹر عثمانیہ لیونیورسٹی، حیدرآباد دکن، ص ۵۲،

ایک اہم مقصد تھا جس کا اظہار اس رپورٹ سے ہوتا ہے جو شش ماہ میں اس کی (الذکر) کی منتقد کالفرنس میں ہندوستان میں متعین انگریز پادریوں نے پیش کی ملاحظہ فرمائیں:-

ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو خدا تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں، وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداری کی تلاش کی گئی تھی، لیکن اب جب کہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمران ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن و امان بھی بحال ہو گیا ہے تو ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہیے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔

یہ تھے انگریزوں کے عزائم اور اس کی تکمیل کے لئے انھوں نے شریعہ شریر اور شریف سے شریعت مسلمانوں کو اپنی حکمت عملی سے استعمال کیا۔ کسی کو خبر تھی کہ وہ کس کا آلہ کار بنا ہوا ہے اور کوئی اپنی سادگی اور سادہ لوحی کی وجہ سے اس سے بے خبر تھا؟

(۴)

۴۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے ابن عبد الوہاب کی تصنیف کتاب التوحید ردالشرک کو سامنے رکھ کر اپنے عقائد و افکار کا ڈھانچہ تیار کیا جس کا نام تقویت الایمان رکھا حقیقت تو یہ ہے کہ کتاب التوحید گویا متن ہے اور تقویت الایمان اس کی شرح۔ پھر جس طرح ابن عبد الوہاب نے کتاب التوحید کے عملی اور حتمی نفاذ کے لئے اقتدار و حکومت کا سہارا لیا اسی طرح مولوی اسماعیل نے بھی اقتدار و حکومت کا سہارا لیا۔ اور جس طرح محمد ابن عبد الوہاب نے ان مسلمانوں سے قتال کیا جنہوں

لے ہیں بڑے سیلمان و مقدمہ علامہ خالد محمود، مطبوعہ لاہور، ص ۶  
۶۔ کتاب التوحید کی طرح تقویت الایمان کے بھی علماء نے بکثرت رد کئے جن کی تعداد ایک اندازہ کے مطابق پچاس سے تجاوز کر چکی ہے (مستعد)



ان کے عقائد و افکار کی مخالفت کی یا ان کے اقتدار کو تسلیم نہیں کیا اسی طرح مولوی اسماعیل نے بھی اپنے عقائد و افکار کی اشاعت و ترویج اور قطعی نفاذ میں مانع مسلمانوں سے قتل کیا۔ تفصیلات آگے آتی ہیں۔

۱۲۳۶ھ جمادی الآخرہ ۱۲۳۶ھ / ۱۸ جولائی ۱۸۲۱ء کو مولوی اسماعیل دہلوی اپنے مرشد مولوی سید احمد بریلوی کے ہمراہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک مہم پر راجپوتانہ، سندھ، بلوچستان ہوتے ہوئے افغانستان میں داخل ہوئے اور وہاں سے دسمبر ۱۲۳۶ھ / ۱۲۳۶ھ کو چار سندھ کے علاقہ ہشت نگر پہنچے۔ ایک مہینہ نہ گزرا تھا کہ مولوی اسماعیل نے اپنے مرشد مولوی سید احمد کا اشارہ پا کر ان کو امام برحق تسلیم کیا اور امیر المومنین بنادیا اور یہ حکم ناطق نافذ کیا۔

”جو شخص انتخاب کی امامت ابتدا ہی سے قبول نہ کرے یا قبول کے بعد اس سے انکار کرے وہ ایسا باغی ہے کہ اس کا خون بہانا حلال ہے اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین چہلو اس معاملے میں عاجز کا مسلک یہی ہے لہذا اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب تلوار کی نمار ہے نہ تحریر و تفسیر۔“

مولوی سید احمد بریلوی نے افغانستان کے والی امیر دوست محمد خان کے نام ۱۲۳۶ھ کو جو خط لکھا تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل نے مولوی سید احمد کا اشارہ پا کر اور ان پر ایمان بالغیب رکھ کر یہ قدم اٹھایا۔ مولوی سید احمد والی موصوف کو لکھتے ہیں:-

”خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق لئے سے سب نے امامت کی بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر کی اور مجھ کے روز عاجز کا نام خطبے میں لیگا اس خاکسار ذرہ بے مقدار کو اس بلند مرتبے کے حاصل ہونے کی بدلت غیبی اشائے اور الہام کے ذریعہ جس میں شک و شبہ کی گنجائش

نہیں ہے، دی گئی تھی۔“

مولوی اسماعیل دہلوی کے ہم سبق اور اس تحریک کے رفیق کار مولانا محبوب علی نے اس اعلان امامت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا اور خلوت خاص میں مولوی سید احمد بریلوی کو مشورہ دیا:-

”آپ یہ نہ کہیں کہ میں امیر المومنین اور زمین پر اللہ کا خلیفہ ہوں اور میری اطاعت تمام لوگوں پر واجب ہے کیوں کہ یہ نہالی بات رئیسوں اور سمجھداروں کو وحشت میں ڈالتی ہے۔“

مگر مولوی سید احمد نے اس مشورے کو منظر انداز کر دیا اور مولانا محبوب علی سے کہا کہ خاموشی سے اطاعت کئے جاؤ، ان کے لئے یہ مشکل تھا تو وہ اجازت لے کر وطن واپس چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اس خیال سے کہ کہیں دوسرے لوگ بھی ان کو چھوڑ کر چلے جائیں، مولوی سید احمد نے اعلان کیا:-

”جو بھی میرے پاس سے اپنے وطن کو لوٹ کر جائے گا اُس کا ایمان گنہگار ہو۔“

مولوی محبوب علی کے چلے جانے کے بعد اس تحریک کو جو صدمہ پہنچا اس کا محمد جعفر تھانیسری نے اس طرح ذکر کیا ہے:-

”مولوی محبوب علی کے اغواء سے جو کاروبار جہاد کو صدمہ پہنچا دیا صدمہ اس لشکر کو آج تک کسی سکھ یا ڈرائی کے ہاتھ سے نہ پہنچا تھا۔ مولوی محبوب علی کے فتنے کے بعد مدت سے ہندوستان سے مخالفوں کا آنا بند ہو گیا۔ اکثر معاویین جہاد مست ہو گئے۔“

۱۔ ابوالحسن فاروقی، مولانا اسماعیل دہلوی اور فتوح الایمان ص ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵



مولوی سید احمد کا وہی مسدک تھا جو ان کے دست راست اور مددگار تھا۔  
مولوی اسماعیل دہلوی کا تھا، یعنی دونوں حضرات پاک و ہند کے اکثر علماء و  
مناجیح اور مسلمانوں کو کفر و ارتداد میں ملوث سمجھتے تھے جس کا اظہار مولوی  
سید احمد نے رئیس ٹونک (بجارت) نواب وزیر الدولہ کے نام ایک مکتوب  
میں کیا ہے؛

مولوی سید احمد کے اعلانِ امامت کے بعد ان کو شرک و شبہ کی نظر سے دیکھا  
جانے لگا اور یہ خدشہ ظاہر کیا جانے لگا کہ آپ کا مقصد خاص مقاصد کی تکمیل کے  
لئے اقتدار و حکومت حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ آپ نے ۱۲ ربیع الاول ۱۲۸۱ھ کو حاکم  
پشاور سلطان محمد خاں کے نام ایک طلاع نامہ ارسال فرمایا اور اس کی نقول طوائف  
جوانب میں ارسال کیں۔ اس میں ان خدشات کو دفع فرمایا۔ جو کچھ تحریر فرمایا اس  
کا خلاصہ یہ ہے :-

- ۱۔ مسلمان امر امر میں کسی کے ساتھ ہماری منازعت نہیں؛
- ۲۔ نہ مومنین دوسروں میں سے کسی سے ہماری مخالفت؛
- ۳۔ لیٹیم کافروں سے ہمارا مقابلہ ہے، نہ مدعیانِ اسلام سے؛
- سلطان محمد خاں نے اس وضاحت کو کافی نہ سمجھا اور جواباً لکھا :-
- ۱۔ یہ دعویٰ کہ مسلمانوں سے نہیں بلکہ کفار سے لڑنے آتے ہیں۔ ابلہ  
فریبی ہے؛

۲۔ آپ کا عقیدہ فاسد اور نیت کا سدا ہے؛

۳۔ آپ فقیر ہو کر ارادۂ امامت و حکومت رکھتے ہیں؛

۴۔ ہم نے بھی خدا کے واسطے کربانہ دی ہے کہ تم کو قتل کر کے اس  
زمین کو تم سے پاک کر دیں گے؛

۱۔ ابوالحسن فاروقی، مولانا اسماعیل دہلوی اور نقویۃ الایمان ص ۸۸ بحوالہ مکتوبات سید احمد شہید۔  
۲۔ ایضاً، ص ۹۶ بحوالہ تواتر عجیبہ مؤلفہ جعفر تقی نیری و مکتوب سید احمد شہید ص ۱۹-۲۸  
۳۔ ایضاً، ص ۹۶ بحوالہ مذکور۔

سلطان محمد خاں کے اندیشے غلط نہ تھے چنانچہ ۱۲۸۳ھ کو مولوی سید احمد  
اور ان کے رفقاء نے پشاور اور کوہاٹ پر قبضہ کیا، اس مہم میں دو ہزار مسلمان  
شہید ہوئے اور ایک ہزار مجروح۔ سب سرداروں سے بیعت لی مگر سردار  
پانیدہ خان نے بیعت نہ کی۔ سید احمد کے ساتھیوں نے اس سے جنگ کی اس  
کے علاقہ کو تاراج کیا اور اس پر قبضہ کیا، پانیدہ خان نے سردار ہری سنگھ سے  
مدد لے کر سید احمد اور اسماعیل دہلوی پر غلبہ حاصل کیا اور سکھوں کو انعام و اکرام  
سے نوازا، اسی طرح سلطان محمد خاں نے بھی پشاور کو کوہاٹ پر قبضہ کے بعد  
فہاراجہ رنجیت سنگھ کو ایک قیمتی ٹھوڑا نذر کیا اور مولوی سید احمد اور مولوی اسماعیل  
دہلوی اور ان کے رفیقوں کے خلاف مدد طلب کی؛

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد کچھ اور ہی تھا، سکھوں  
سے جنگ کرنا مقصود نہ تھا ورنہ مقامی مسلمانوں کا سید احمد کے خلاف سکھوں

سے مدد طلب کرنا کیا مبنی؟

مولوی سید احمد کے رفقاء میں رفیق خاص مولوی محبوب علی نے سب ساتھیوں  
کو مشورہ دیا کہ اپنے اپنے وطن واپس جا کر حقوق العباد ادا کریں، انھوں نے  
سوال کیا۔

”جہاد کہاں ہے؟“

”تم نے کوئی دن کسی کافر کو مارا ہے؟“

مقامی مسلمانوں کے خلاف قتال و جدال نے بعض مقامی علماء کو سید احمد  
اور مولوی اسماعیل سے بدظن کر دیا جس کا اندازہ خود مولوی سید احمد کے مکتوب سے

۱۔ جعفر تقی نیری، تواتر عجیبہ ص ۱۲۹

۲۔ مولوی، تواتر عجیبہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء، ص ۴۷-۵۶

۳۔ جعفر تقی نیری، تواتر عجیبہ، ص ۱۲۹

۴۔ غلام رسول مہر، سید احمد شہید، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۸ء، ص ۲۴۶



سے ہوتا ہے۔ اس مکتوب سے پتا چلتا ہے کہ مقامی علماء آپ سے برگشتہ ہو گئے اور آپ کو ملحقہ دے دین سمجھنے لگے۔  
مولوی محبوب علی نے لکھا ہے:-

” (مقامی مسلمان) سید احمد کے اعلان امامت کے بعد آپ سے لڑے اور قتال کیا۔ جناب سید صاحب کے لوگوں نے قتلین کے اموال میں مال غنیمت کی طرح تصرف کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ سید صاحب خلافت کے لائق نہیں لہذا سب نے بیعت توڑ دی اور کہا ہم تمہارا اتباع کسی امر میں نہیں کریں گے ایک اور حادثہ پیش آیا۔ سید احمد کے رفقاء جبراً افغان عورتوں اور بیواؤں سے نکاح کرنے لگے۔ چنانچہ خویشی خاں کی ایک لڑکی کا جبراً نکاح ہوا جس نے اس کو برہم کر دیا۔ اس نے خان خٹک سے مل کر ایک ہم چلائی جس کے نتیجے میں سید صاحب کے مقرر کردہ تمام سرداروں کو قتل کر کے ان کی حکومت خاتمہ کر دیا گیا۔ اس صورت حال نے سید احمد کو سخت مایوس کر دیا اور انہوں نے مایوسی کے عالم میں اپنے ساتھیوں سے فسخ فرمایا۔

میں اب اس سرزمین کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔ یہ نہیں بتا سکتا کہ کہاں جاؤں گا۔ میں آپ کو رخصت دیتا ہوں آپ مجھے رخصت دیں۔

مگر چند رفیق جو باقی رہ گئے تھے وہ آپ کے ساتھ ہے، مایوس ہو کر آپ

لے محبوب علی، تاریخ الامتہ فی ذکر خلفاء الامتہ (۱۳۴۴ھ - ۱۳۵۱ھ) قلمی مخزنہ  
الذین انشئ ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، تعلق آباد، دہلی، ص ۸۹۱  
نہ نیدلوانس فاروقی، مولانا انجیل دہلوی اور تقویۃ الایمان بحوالہ حزب علی اللہ کی تاریخ کا مقدور از مولانا  
عبید اللہ سندھی، ص ۱۰

۲۰ ایضاً، ص ۱۷۱-۱۷۲

چل پڑے، واپسی میں آپ کا خان پنچے، درہ بھوکر میں شیرنگہ پر شرب خون مارا، آگے بڑھ کر بالا کوٹ پر قبضہ کیا، پھر مظفر آباد فتح کیا۔ سید احمد کے خلاف چوں کہ مقامی مسلمانوں کی مدد کر چکے تھے اس لئے سکھوں کے خلاف اس ہم میں مقامی مسلمانوں نے بھی مدد کی، اس طرح فیصلہ کن جنگ ہوئی اور بالا کوٹ کے ایک حصے میں محصور مولوی انجیل دہلوی اور ان کے سارے رفقاء ماریے گئے؛ سید صاحب کے باڈی گارڈ مولوی جعفر علی نقوی لکھتے ہیں:-

”حضرت امیر المومنین درہماں جماعت از نظر من غائب شد۔  
(یعنی اسی جماعت میں امیر المومنین میری نظروں سے غائب ہو گئے)

میدان جنگ سے غائب ہونے کے بعد آج تک آپ کو کسی نے نہ دیکھا چنانچہ آپ کی وفات کی کوئی مستند اور قابل ذکر شہادت تاریخ سے نہیں ملتی۔ مولوی اسماعیل دہلوی کو بلاس (ناس) سونگھنے کی بہت عادت تھی، میدان جنگ میں دشمن پر حملے اور انتقال کی جو کیفیت محمد جعفر تھانوی نے لکھی ہے وہ یہ ہے:-

”ناس سونگھ کر لشکر کفار میں گھس کر آپ شہید ہو گئے۔“

یہ بھی لکھا ہے کہ چوں کہ آپ کو ناس (بلاس، سنوار) سے پیار تھا اس لئے آپ کی قبر پر لوگ سنوار چڑھا کر منیتیں اور مردیں مانگتے ہیں۔

(۵)

تاری کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر اتنے دُور دار مقام پر جا کر یہ ہمہ جونی کیوں کی گئی۔ اس سلسلے میں محققین اور مؤرخین کے پانچ نظریات ملتے ہیں:-

۱۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تحریک انگریزوں کے خلاف تھی؛

۲۔ محمد جعفر تھانوی سہری، حیات سید احمد شہید، ص ۲۸۸  
۳۔ ایضاً، ص ۳۱۵  
۴۔ ایضاً، ص ۳۱۶



۲۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ اسلامی تحریک تھی؛

۳۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ آزادی وطن کی تحریک تھی؛

۴۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ سکھوں کے خلاف تحریک تھی؛

۵۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ ایک نظریاتی اور فرقہ دارانہ تحریک تھی؛

۱۔ اگر تحریک واقعی انگریزوں کے خلاف تھی تو یہ بات تعجب انگیز ہے کہ سید احمد اور ان کے رفقاء نے انگریزوں کی عمل داری میں میلوں سفر کیا مگر وہ مزاحم نہیں ہوئے بلکہ بقول حسین احمد مدنی:-

جب سید احمد کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ہندوؤں کے مہربا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔

محمد جعفر تھانیسری نے بعض ایسے حقائق پیش کئے ہیں جن انگریزوں سے مولوی سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کا ربط خاطر ظاہر ہوتا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ جب سید صاحب حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو ایک انگریز سوداگر نے آپ کے قافلے والوں کو کھانا پیش کیا۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ انگریزوں کی دعوت پر سید صاحب نے مولوی انیس کو وعظ نصیحت کے لئے بھیجا چنانچہ:-

اُس دن تقریباً دس ہزار میم صاحب اور صاحب لوگ آپ کے وعظ سننے کو جمع ہوئے تھے۔

ایک جگہ لکھا ہے کہ جب سید صاحب اپنی ہم پر روانہ ہوئے تو شیخ غلام علی رئیس اعظم آباد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر بہاؤ ضلع شمال مغربی کو باقاعدہ

۱۔ حسین احمد مدنی، نقش حیات، جلد دوم، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۹ء، ص ۴۱۹

۲۔ محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۹ء، ص ۱۳۱

ایضاً، ص ۱۶۸

اسلام بھوانی

۲۔ اگر یہ تحریک اسلامی تھی تو اس میں ہندوؤں سے کیوں مدد مانگی گئی اور ہندو افسروں کو اپنی فوج میں کیوں بھرتی کیا گیا؟ مولوی حسین احمد لکھتے ہیں:-

سید صاحب کا ہندو ریاستوں کو مدد اور شرکت جنگ کی دعوت دینا اور اپنے نوب خانے کا افسر راجہ رام راجپوت کو مقرر کرنا خود اس کی دلیل ہے کہ آپ ہندوؤں کو اپنا محکوم نہیں بلکہ شریک حکومت بنانا چاہتے تھے۔

۳۔ اگر یہ آزادی وطن کی تحریک تھی اور اس کا مقصد ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ حکومت قائم کرنا تھا جیسا کہ مولوی حسین احمد کا خیال ہے تو پھر سید احمد کا عہدہ امامت اور خلافت پر فائز ہو کر اپنی حکومت قائم کرنا کیا معنی؟

۴۔ اگر یہ تحریک سکھوں کے خلاف تھی تو مقامی مسلمان سرداروں کا بری سنگہ اور رنجیت سنگہ سے مدد طلب کرنا کیا معنی؟ مولوی حسین احمد نے لکھا ہے کہ سکھوں سے جنگ فرقہ داریت کی بنا پر نہ تھی بلکہ اس بنا پر تھی کہ وہ انگریزوں کے حلیف و مددگار تھے۔

لیکن اگر ایسا ہوتا تو پھر انگریز سید احمد کی کیوں مدد کرتے حقیقت میں انگریز سید صاحب سے نہیں بلکہ سکھوں سے خون زدہ تھے جن پر اُس وقت تک وہ غلبہ حاصل نہ کر سکے تھے۔

۵۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تحریک نظریاتی اور فرقہ دارانہ تحریک تھی یعنی اس کا مقصد تھا کہ ایک حکومت قائم کر کے خاص قسم کے عقائد و افکار و افعال نافذ کئے جائیں۔ اس خیال کی توثیق مولوی محبوب علی کے اس بیان سے ہوتی ہے:-

۱۔ محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۹ء، ص ۱۶۸

۲۔ حسین احمد مدنی، نقش حیات، جلد دوم، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۹ء، ص ۵۰۳



”چرک شرک“ اور پیدی بدعت“ وہی ہے جس کے خلاف ابن عبد الوہاب نے تلوار اٹھائی اور ہزار ہا ہزار مسلمانوں کا خون بہایا۔  
مولوی سید احمد نے اپنے متبعین کو نفسیاتی طور پر خوابات اور شارات کے ذریعہ متاثر فرمایا۔ اپنی ہم پر روانگی سے قبل اپنی ہمیشہ سے جو کچھ فرمایا وہ قابلِ توجہ ہے۔ آپ نے فرمایا:

”اے میری بہن! میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور یہ بات یاد رکھنا کہ جب تک ہندو کا شرک، اور ایران کا رخص، اور چین کا کفر اور افغانستان کا لفاق میرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر مردہ سنت زندہ نہ ہو جائے گی رب العزت مجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ اگر قبلِ ظہوران واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق پر خلف بھی کہے کہ سید احمد میرے روبرو مر گیا یا مارا گیا تو تم اس کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا کیوں کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کر کے مارے گا۔“

جن امور کا سید صاحب نے ذکر فرمایا ہے ان میں سے کوئی پورا نہ ہوا اور سید صاحب تشریف لے گئے۔ اگر ان باتوں کو سچ مانا جائے تو قاری کے دل میں یہ دوسرے پیدا ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ حق جل مجدہ نے سچا وعدہ نہ فرمایا۔ یہ خیال الہی کی طرف لے جاسکتا ہے، لامحالہ یہی کہا جائے گا کہ سید صاحب نے جو اشارہ پایا وہ من جانب اللہ نہ تھا۔ بعض حضرات نے سید صاحب کی شکست کی یہ تاویل فرمائی کہ (معاذ اللہ) ”شکست سنت انبیاء ہے“ اگر یہ شکست ہوتی تو سنت انبیاء کیسے پوری ہوتی؟۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوتی کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب سیرت سید احمد شہید میں ایک جگہ

”میں نے جب سید صاحب کی مجلس کا یہ حال دیکھا، سمجھ گیا یہ کام ان کے بس کا نہیں اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ اختلافات کے جھگڑوں میں علماء مائے جائیں گے اور جاہلوں کا مذہب سید صاحب کے کثوفات اور معارف ہوں گے۔“

مولوی محبوب علی نے جس اندیشے کا اظہار فرمایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس جنگِ افکار و عقائد کی جنگ تھی جس کی تصدیق و توثیق دوسرے تاریخی حقائق و شواہد سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً جب سید صاحب ۱۲۳ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو انھوں نے وہاں اپنے حلقہ اثر میں ایک خواب کی تفسیر کی جس کا لب لباب یہ ہے:

۱۔ چاروں فقہاء کے مذہب میں سے کوئی مذہب مجھے پسند نہیں، کوئی طریقہ میرے طریقے پر نہیں۔

۲۔ مشہور طریق اولیاء اللہ میں کوئی طریقہ میرے طور پر نہیں ہے۔  
اس خواب سے سید صاحب کے مسلک کا بخوبی تعین کیا جاسکتا ہے۔ یہی وہ ہے کہ جب سید صاحب اپنی ہم پر صوبہ سرحد پہنچے تو وہاں مولوی اسماعیل ہلوی کا محلِ قنصلہ، سمرقند اور مارا، النہر وغیرہ کے علماء سے مسئلہ وجوب تقلید پر بحث کرتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ بنظر ”مجاہد“ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ خود مولوی سید احمد نے اپنے عزائم کا اس طرح اظہار فرمایا ہے:

”مجھ سے خلعت کو جو فیضِ ایمانی پہنچا ہے روز بروز ترقی پر رہے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان، خراسان، چرک شرک اور پیدی بدعت سے میرے ہاتھ سے یکسر پاک و صاف ہو کر انوارِ اسلام سے منور (ہوں گے)۔“

ابن عبد الوہاب: تاریخ الامم والملوک، ترجمہ مولانا محمد رفیع، ۸۹۵ھ، دفعہ اول، موضوع پر شاہین گردیزی (کراچی) کی تصنیف قابلِ ملاحظہ ہے۔ مولانا محمد رفیع، حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ۱۳۳۱ھ، ۱۴۱ھ، ۱۴۲ھ، ۱۴۳ھ، ۱۴۴ھ، ۱۴۵ھ، ۱۴۶ھ، ۱۴۷ھ، ۱۴۸ھ، ۱۴۹ھ، ۱۵۰ھ، ۱۵۱ھ، ۱۵۲ھ، ۱۵۳ھ، ۱۵۴ھ، ۱۵۵ھ، ۱۵۶ھ، ۱۵۷ھ، ۱۵۸ھ، ۱۵۹ھ، ۱۶۰ھ، ۱۶۱ھ، ۱۶۲ھ، ۱۶۳ھ، ۱۶۴ھ، ۱۶۵ھ، ۱۶۶ھ، ۱۶۷ھ، ۱۶۸ھ، ۱۶۹ھ، ۱۷۰ھ، ۱۷۱ھ، ۱۷۲ھ، ۱۷۳ھ، ۱۷۴ھ، ۱۷۵ھ، ۱۷۶ھ، ۱۷۷ھ، ۱۷۸ھ، ۱۷۹ھ، ۱۸۰ھ، ۱۸۱ھ، ۱۸۲ھ، ۱۸۳ھ، ۱۸۴ھ، ۱۸۵ھ، ۱۸۶ھ، ۱۸۷ھ، ۱۸۸ھ، ۱۸۹ھ، ۱۹۰ھ، ۱۹۱ھ، ۱۹۲ھ، ۱۹۳ھ، ۱۹۴ھ، ۱۹۵ھ، ۱۹۶ھ، ۱۹۷ھ، ۱۹۸ھ، ۱۹۹ھ، ۲۰۰ھ، ۲۰۱ھ، ۲۰۲ھ، ۲۰۳ھ، ۲۰۴ھ، ۲۰۵ھ، ۲۰۶ھ، ۲۰۷ھ، ۲۰۸ھ، ۲۰۹ھ، ۲۱۰ھ، ۲۱۱ھ، ۲۱۲ھ، ۲۱۳ھ، ۲۱۴ھ، ۲۱۵ھ، ۲۱۶ھ، ۲۱۷ھ، ۲۱۸ھ، ۲۱۹ھ، ۲۲۰ھ، ۲۲۱ھ، ۲۲۲ھ، ۲۲۳ھ، ۲۲۴ھ، ۲۲۵ھ، ۲۲۶ھ، ۲۲۷ھ، ۲۲۸ھ، ۲۲۹ھ، ۲۳۰ھ، ۲۳۱ھ، ۲۳۲ھ، ۲۳۳ھ، ۲۳۴ھ، ۲۳۵ھ، ۲۳۶ھ، ۲۳۷ھ، ۲۳۸ھ، ۲۳۹ھ، ۲۴۰ھ، ۲۴۱ھ، ۲۴۲ھ، ۲۴۳ھ، ۲۴۴ھ، ۲۴۵ھ، ۲۴۶ھ، ۲۴۷ھ، ۲۴۸ھ، ۲۴۹ھ، ۲۵۰ھ، ۲۵۱ھ، ۲۵۲ھ، ۲۵۳ھ، ۲۵۴ھ، ۲۵۵ھ، ۲۵۶ھ، ۲۵۷ھ، ۲۵۸ھ، ۲۵۹ھ، ۲۶۰ھ، ۲۶۱ھ، ۲۶۲ھ، ۲۶۳ھ، ۲۶۴ھ، ۲۶۵ھ، ۲۶۶ھ، ۲۶۷ھ، ۲۶۸ھ، ۲۶۹ھ، ۲۷۰ھ، ۲۷۱ھ، ۲۷۲ھ، ۲۷۳ھ، ۲۷۴ھ، ۲۷۵ھ، ۲۷۶ھ، ۲۷۷ھ، ۲۷۸ھ، ۲۷۹ھ، ۲۸۰ھ، ۲۸۱ھ، ۲۸۲ھ، ۲۸۳ھ، ۲۸۴ھ، ۲۸۵ھ، ۲۸۶ھ، ۲۸۷ھ، ۲۸۸ھ، ۲۸۹ھ، ۲۹۰ھ، ۲۹۱ھ، ۲۹۲ھ، ۲۹۳ھ، ۲۹۴ھ، ۲۹۵ھ، ۲۹۶ھ، ۲۹۷ھ، ۲۹۸ھ، ۲۹۹ھ، ۳۰۰ھ، ۳۰۱ھ، ۳۰۲ھ، ۳۰۳ھ، ۳۰۴ھ، ۳۰۵ھ، ۳۰۶ھ، ۳۰۷ھ، ۳۰۸ھ، ۳۰۹ھ، ۳۱۰ھ، ۳۱۱ھ، ۳۱۲ھ، ۳۱۳ھ، ۳۱۴ھ، ۳۱۵ھ، ۳۱۶ھ، ۳۱۷ھ، ۳۱۸ھ، ۳۱۹ھ، ۳۲۰ھ، ۳۲۱ھ، ۳۲۲ھ، ۳۲۳ھ، ۳۲۴ھ، ۳۲۵ھ، ۳۲۶ھ، ۳۲۷ھ، ۳۲۸ھ، ۳۲۹ھ، ۳۳۰ھ، ۳۳۱ھ، ۳۳۲ھ، ۳۳۳ھ، ۳۳۴ھ، ۳۳۵ھ، ۳۳۶ھ، ۳۳۷ھ، ۳۳۸ھ، ۳۳۹ھ، ۳۴۰ھ، ۳۴۱ھ، ۳۴۲ھ، ۳۴۳ھ، ۳۴۴ھ، ۳۴۵ھ، ۳۴۶ھ، ۳۴۷ھ، ۳۴۸ھ، ۳۴۹ھ، ۳۵۰ھ، ۳۵۱ھ، ۳۵۲ھ، ۳۵۳ھ، ۳۵۴ھ، ۳۵۵ھ، ۳۵۶ھ، ۳۵۷ھ، ۳۵۸ھ، ۳۵۹ھ، ۳۶۰ھ، ۳۶۱ھ، ۳۶۲ھ، ۳۶۳ھ، ۳۶۴ھ، ۳۶۵ھ، ۳۶۶ھ، ۳۶۷ھ، ۳۶۸ھ، ۳۶۹ھ، ۳۷۰ھ، ۳۷۱ھ، ۳۷۲ھ، ۳۷۳ھ، ۳۷۴ھ، ۳۷۵ھ، ۳۷۶ھ، ۳۷۷ھ، ۳۷۸ھ، ۳۷۹ھ، ۳۸۰ھ، ۳۸۱ھ، ۳۸۲ھ، ۳۸۳ھ، ۳۸۴ھ، ۳۸۵ھ، ۳۸۶ھ، ۳۸۷ھ، ۳۸۸ھ، ۳۸۹ھ، ۳۹۰ھ، ۳۹۱ھ، ۳۹۲ھ، ۳۹۳ھ، ۳۹۴ھ، ۳۹۵ھ، ۳۹۶ھ، ۳۹۷ھ، ۳۹۸ھ، ۳۹۹ھ، ۴۰۰ھ، ۴۰۱ھ، ۴۰۲ھ، ۴۰۳ھ، ۴۰۴ھ، ۴۰۵ھ، ۴۰۶ھ، ۴۰۷ھ، ۴۰۸ھ، ۴۰۹ھ، ۴۱۰ھ، ۴۱۱ھ، ۴۱۲ھ، ۴۱۳ھ، ۴۱۴ھ، ۴۱۵ھ، ۴۱۶ھ، ۴۱۷ھ، ۴۱۸ھ، ۴۱۹ھ، ۴۲۰ھ، ۴۲۱ھ، ۴۲۲ھ، ۴۲۳ھ، ۴۲۴ھ، ۴۲۵ھ، ۴۲۶ھ، ۴۲۷ھ، ۴۲۸ھ، ۴۲۹ھ، ۴۳۰ھ، ۴۳۱ھ، ۴۳۲ھ، ۴۳۳ھ، ۴۳۴ھ، ۴۳۵ھ، ۴۳۶ھ، ۴۳۷ھ، ۴۳۸ھ، ۴۳۹ھ، ۴۴۰ھ، ۴۴۱ھ، ۴۴۲ھ، ۴۴۳ھ، ۴۴۴ھ، ۴۴۵ھ، ۴۴۶ھ، ۴۴۷ھ، ۴۴۸ھ، ۴۴۹ھ، ۴۵۰ھ، ۴۵۱ھ، ۴۵۲ھ، ۴۵۳ھ، ۴۵۴ھ، ۴۵۵ھ، ۴۵۶ھ، ۴۵۷ھ، ۴۵۸ھ، ۴۵۹ھ، ۴۶۰ھ، ۴۶۱ھ، ۴۶۲ھ، ۴۶۳ھ، ۴۶۴ھ، ۴۶۵ھ، ۴۶۶ھ، ۴۶۷ھ، ۴۶۸ھ، ۴۶۹ھ، ۴۷۰ھ، ۴۷۱ھ، ۴۷۲ھ، ۴۷۳ھ، ۴۷۴ھ، ۴۷۵ھ، ۴۷۶ھ، ۴۷۷ھ، ۴۷۸ھ، ۴۷۹ھ، ۴۸۰ھ، ۴۸۱ھ، ۴۸۲ھ، ۴۸۳ھ، ۴۸۴ھ، ۴۸۵ھ، ۴۸۶ھ، ۴۸۷ھ، ۴۸۸ھ، ۴۸۹ھ، ۴۹۰ھ، ۴۹۱ھ، ۴۹۲ھ، ۴۹۳ھ، ۴۹۴ھ، ۴۹۵ھ، ۴۹۶ھ، ۴۹۷ھ، ۴۹۸ھ، ۴۹۹ھ، ۵۰۰ھ، ۵۰۱ھ، ۵۰۲ھ، ۵۰۳ھ، ۵۰۴ھ، ۵۰۵ھ، ۵۰۶ھ، ۵۰۷ھ، ۵۰۸ھ، ۵۰۹ھ، ۵۱۰ھ، ۵۱۱ھ، ۵۱۲ھ، ۵۱۳ھ، ۵۱۴ھ، ۵۱۵ھ، ۵۱۶ھ، ۵۱۷ھ، ۵۱۸ھ، ۵۱۹ھ، ۵۲۰ھ، ۵۲۱ھ، ۵۲۲ھ، ۵۲۳ھ، ۵۲۴ھ، ۵۲۵ھ، ۵۲۶ھ، ۵۲۷ھ، ۵۲۸ھ، ۵۲۹ھ، ۵۳۰ھ، ۵۳۱ھ، ۵۳۲ھ، ۵۳۳ھ، ۵۳۴ھ، ۵۳۵ھ، ۵۳۶ھ، ۵۳۷ھ، ۵۳۸ھ، ۵۳۹ھ، ۵۴۰ھ، ۵۴۱ھ، ۵۴۲ھ، ۵۴۳ھ، ۵۴۴ھ، ۵۴۵ھ، ۵۴۶ھ، ۵۴۷ھ، ۵۴۸ھ، ۵۴۹ھ، ۵۵۰ھ، ۵۵۱ھ، ۵۵۲ھ، ۵۵۳ھ، ۵۵۴ھ، ۵۵۵ھ، ۵۵۶ھ، ۵۵۷ھ، ۵۵۸ھ، ۵۵۹ھ، ۵۶۰ھ، ۵۶۱ھ، ۵۶۲ھ، ۵۶۳ھ، ۵۶۴ھ، ۵۶۵ھ، ۵۶۶ھ، ۵۶۷ھ، ۵۶۸ھ، ۵۶۹ھ، ۵۷۰ھ، ۵۷۱ھ، ۵۷۲ھ، ۵۷۳ھ، ۵۷۴ھ، ۵۷۵ھ، ۵۷۶ھ، ۵۷۷ھ، ۵۷۸ھ، ۵۷۹ھ، ۵۸۰ھ، ۵۸۱ھ، ۵۸۲ھ، ۵۸۳ھ، ۵۸۴ھ، ۵۸۵ھ، ۵۸۶ھ، ۵۸۷ھ، ۵۸۸ھ، ۵۸۹ھ، ۵۹۰ھ، ۵۹۱ھ، ۵۹۲ھ، ۵۹۳ھ، ۵۹۴ھ، ۵۹۵ھ، ۵۹۶ھ، ۵۹۷ھ، ۵۹۸ھ، ۵۹۹ھ، ۶۰۰ھ، ۶۰۱ھ، ۶۰۲ھ، ۶۰۳ھ، ۶۰۴ھ، ۶۰۵ھ، ۶۰۶ھ، ۶۰۷ھ، ۶۰۸ھ، ۶۰۹ھ، ۶۱۰ھ، ۶۱۱ھ، ۶۱۲ھ، ۶۱۳ھ، ۶۱۴ھ، ۶۱۵ھ، ۶۱۶ھ، ۶۱۷ھ، ۶۱۸ھ، ۶۱۹ھ، ۶۲۰ھ، ۶۲۱ھ، ۶۲۲ھ، ۶۲۳ھ، ۶۲۴ھ، ۶۲۵ھ، ۶۲۶ھ، ۶۲۷ھ، ۶۲۸ھ، ۶۲۹ھ، ۶۳۰ھ، ۶۳۱ھ، ۶۳۲ھ، ۶۳۳ھ، ۶۳۴ھ، ۶۳۵ھ، ۶۳۶ھ، ۶۳۷ھ، ۶۳۸ھ، ۶۳۹ھ، ۶۴۰ھ، ۶۴۱ھ، ۶۴۲ھ، ۶۴۳ھ، ۶۴۴ھ، ۶۴۵ھ، ۶۴۶ھ، ۶۴۷ھ، ۶۴۸ھ، ۶۴۹ھ، ۶۵۰ھ، ۶۵۱ھ، ۶۵۲ھ، ۶۵۳ھ، ۶۵۴ھ، ۶۵۵ھ، ۶۵۶ھ، ۶۵۷ھ، ۶۵۸ھ، ۶۵۹ھ، ۶۶۰ھ، ۶۶۱ھ، ۶۶۲ھ، ۶۶۳ھ، ۶۶۴ھ، ۶۶۵ھ، ۶۶۶ھ، ۶۶۷ھ، ۶۶۸ھ، ۶۶۹ھ، ۶۷۰ھ، ۶۷۱ھ، ۶۷۲ھ، ۶۷۳ھ، ۶۷۴ھ، ۶۷۵ھ، ۶۷۶ھ، ۶۷۷ھ، ۶۷۸ھ، ۶۷۹ھ، ۶۸۰ھ، ۶۸۱ھ، ۶۸۲ھ، ۶۸۳ھ، ۶۸۴ھ، ۶۸۵ھ، ۶۸۶ھ، ۶۸۷ھ، ۶۸۸ھ، ۶۸۹ھ، ۶۹۰ھ، ۶۹۱ھ، ۶۹۲ھ، ۶۹۳ھ، ۶۹۴ھ، ۶۹۵ھ، ۶۹۶ھ، ۶۹۷ھ، ۶۹۸ھ، ۶۹۹ھ، ۷۰۰ھ، ۷۰۱ھ، ۷۰۲ھ، ۷۰۳ھ، ۷۰۴ھ، ۷۰۵ھ، ۷۰۶ھ، ۷۰۷ھ، ۷۰۸ھ، ۷۰۹ھ، ۷۱۰ھ، ۷۱۱ھ، ۷۱۲ھ، ۷۱۳ھ، ۷۱۴ھ، ۷۱۵ھ، ۷۱۶ھ، ۷۱۷ھ، ۷۱۸ھ، ۷۱۹ھ، ۷۲۰ھ، ۷۲۱ھ، ۷۲۲ھ، ۷۲۳ھ، ۷۲۴ھ، ۷۲۵ھ، ۷۲۶ھ، ۷۲۷ھ، ۷۲۸ھ، ۷۲۹ھ، ۷۳۰ھ، ۷۳۱ھ، ۷۳۲ھ، ۷۳۳ھ، ۷۳۴ھ، ۷۳۵ھ، ۷۳۶ھ، ۷۳۷ھ، ۷۳۸ھ، ۷۳۹ھ، ۷۴۰ھ، ۷۴۱ھ، ۷۴۲ھ، ۷۴۳ھ، ۷۴۴ھ، ۷۴۵ھ، ۷۴۶ھ، ۷۴۷ھ، ۷۴۸ھ، ۷۴۹ھ، ۷۵۰ھ، ۷۵۱ھ، ۷۵۲ھ، ۷۵۳ھ، ۷۵۴ھ، ۷۵۵ھ، ۷۵۶ھ، ۷۵۷ھ، ۷۵۸ھ، ۷۵۹ھ، ۷۶۰ھ، ۷۶۱ھ، ۷۶۲ھ، ۷۶۳ھ، ۷۶۴ھ، ۷۶۵ھ، ۷۶۶ھ، ۷۶۷ھ، ۷۶۸ھ، ۷۶۹ھ، ۷۷۰ھ، ۷۷۱ھ، ۷۷۲ھ، ۷۷۳ھ، ۷۷۴ھ، ۷۷۵ھ، ۷۷۶ھ، ۷۷۷ھ، ۷۷۸ھ، ۷۷۹ھ، ۷۸۰ھ، ۷۸۱ھ، ۷۸۲ھ، ۷۸۳ھ، ۷۸۴ھ، ۷۸۵ھ، ۷۸۶ھ، ۷۸۷ھ، ۷۸۸ھ، ۷۸۹ھ، ۷۹۰ھ، ۷۹۱ھ، ۷۹۲ھ، ۷۹۳ھ، ۷۹۴ھ، ۷۹۵ھ، ۷۹۶ھ، ۷۹۷ھ، ۷۹۸ھ، ۷۹۹ھ، ۸۰۰ھ، ۸۰۱ھ، ۸۰۲ھ، ۸۰۳ھ، ۸۰۴ھ، ۸۰۵ھ، ۸۰۶ھ، ۸۰۷ھ، ۸۰۸ھ، ۸۰۹ھ، ۸۱۰ھ، ۸۱۱ھ، ۸۱۲ھ، ۸۱۳ھ، ۸۱۴ھ، ۸۱۵ھ، ۸۱۶ھ، ۸۱۷ھ، ۸۱۸ھ، ۸۱۹ھ، ۸۲۰ھ، ۸۲۱ھ، ۸۲۲ھ، ۸۲۳ھ، ۸۲۴ھ، ۸۲۵ھ، ۸۲۶ھ، ۸۲۷ھ، ۸۲۸ھ، ۸۲۹ھ، ۸۳۰ھ، ۸۳۱ھ، ۸۳۲ھ، ۸۳۳ھ، ۸۳۴ھ، ۸۳۵ھ، ۸۳۶ھ، ۸۳۷ھ، ۸۳۸ھ، ۸۳۹ھ، ۸۴۰ھ، ۸۴۱ھ، ۸۴۲ھ، ۸۴۳ھ، ۸۴۴ھ، ۸۴۵ھ، ۸۴۶ھ، ۸۴۷ھ، ۸۴۸ھ، ۸۴۹ھ، ۸۵۰ھ، ۸۵۱ھ، ۸۵۲ھ، ۸۵۳ھ، ۸۵۴ھ، ۸۵۵ھ، ۸۵۶ھ، ۸۵۷ھ، ۸۵۸ھ، ۸۵۹ھ، ۸۶۰ھ، ۸۶۱ھ، ۸۶۲ھ، ۸۶۳ھ، ۸۶۴ھ، ۸۶۵ھ، ۸۶۶ھ، ۸۶۷ھ، ۸۶۸ھ، ۸۶۹ھ، ۸۷۰ھ، ۸۷۱ھ، ۸۷۲ھ، ۸۷۳ھ، ۸۷۴ھ، ۸۷۵ھ، ۸۷۶ھ، ۸۷۷ھ، ۸۷۸ھ، ۸۷۹ھ، ۸۸۰ھ، ۸۸۱ھ، ۸۸۲ھ، ۸۸۳ھ، ۸۸۴ھ، ۸۸۵ھ، ۸۸۶ھ، ۸۸۷ھ، ۸۸۸ھ، ۸۸۹ھ، ۸۹۰ھ، ۸۹۱ھ، ۸۹۲ھ، ۸۹۳ھ، ۸۹۴ھ، ۸۹۵ھ، ۸۹۶ھ، ۸۹۷ھ، ۸۹۸ھ، ۸۹۹ھ، ۹۰۰ھ، ۹۰۱ھ، ۹۰۲ھ، ۹۰۳ھ، ۹۰۴ھ، ۹۰۵ھ، ۹۰۶ھ، ۹۰۷ھ، ۹۰۸ھ، ۹۰۹ھ، ۹۱۰ھ، ۹۱۱ھ، ۹۱۲ھ، ۹۱۳ھ، ۹۱۴ھ، ۹۱۵ھ، ۹۱۶ھ، ۹۱۷ھ، ۹۱۸ھ، ۹۱۹ھ، ۹۲۰ھ، ۹۲۱ھ، ۹۲۲ھ، ۹۲۳ھ، ۹۲۴ھ، ۹۲۵ھ، ۹۲۶ھ، ۹۲۷ھ، ۹۲۸ھ، ۹۲۹ھ، ۹۳۰ھ، ۹۳۱ھ، ۹۳۲ھ، ۹۳۳ھ، ۹۳۴ھ، ۹۳۵ھ، ۹۳۶ھ، ۹۳۷ھ، ۹۳۸ھ، ۹۳۹ھ، ۹۴۰ھ، ۹۴۱ھ، ۹۴۲ھ، ۹۴۳ھ، ۹۴۴ھ، ۹۴۵ھ، ۹۴۶ھ، ۹۴۷ھ، ۹۴۸ھ، ۹۴۹ھ، ۹۵۰ھ، ۹۵۱ھ، ۹۵۲ھ، ۹۵۳ھ، ۹۵۴ھ، ۹۵۵ھ، ۹۵۶ھ، ۹۵۷ھ، ۹۵۸ھ، ۹۵۹ھ، ۹۶۰ھ، ۹۶۱ھ، ۹۶۲ھ، ۹۶۳ھ، ۹۶۴ھ، ۹۶۵ھ، ۹۶۶ھ، ۹۶۷ھ، ۹۶۸ھ، ۹۶۹ھ، ۹۷۰ھ، ۹۷۱ھ، ۹۷۲ھ، ۹۷۳ھ، ۹۷۴ھ، ۹۷۵ھ، ۹۷۶ھ، ۹۷۷ھ، ۹۷۸ھ، ۹۷۹ھ، ۹۸۰ھ، ۹۸۱ھ، ۹۸۲ھ، ۹۸۳ھ، ۹۸۴ھ، ۹۸۵ھ، ۹۸۶ھ، ۹۸۷ھ، ۹۸۸ھ، ۹۸۹ھ، ۹۹۰ھ، ۹۹۱ھ، ۹۹۲ھ، ۹۹۳ھ، ۹۹۴ھ، ۹۹۵ھ، ۹۹۶ھ، ۹۹۷ھ، ۹۹۸ھ، ۹۹۹ھ، ۱۰۰۰ھ، ۱۰۰۱ھ، ۱۰۰۲ھ، ۱۰۰۳ھ، ۱۰۰۴ھ، ۱۰۰۵ھ، ۱۰۰۶ھ، ۱۰۰۷ھ، ۱۰۰۸ھ، ۱۰۰۹ھ، ۱۰۱۰ھ، ۱۰۱۱ھ، ۱۰۱۲ھ، ۱۰۱۳ھ، ۱۰۱۴ھ، ۱۰۱۵ھ، ۱۰۱۶ھ، ۱۰۱۷ھ، ۱۰۱۸ھ، ۱۰۱۹ھ، ۱۰۲۰ھ، ۱۰۲۱ھ، ۱۰۲۲ھ، ۱۰۲۳ھ، ۱۰۲۴ھ، ۱۰۲۵ھ، ۱۰۲۶ھ، ۱۰۲۷ھ، ۱۰۲۸ھ، ۱۰۲۹ھ، ۱۰۳۰ھ، ۱۰۳۱ھ، ۱۰۳۲ھ، ۱۰۳۳ھ، ۱۰۳۴ھ، ۱۰۳۵ھ، ۱۰۳۶ھ، ۱۰۳۷ھ، ۱۰۳۸ھ، ۱۰۳۹ھ، ۱۰۴۰ھ، ۱۰۴۱ھ، ۱۰۴۲ھ، ۱۰۴۳ھ، ۱۰۴۴ھ، ۱۰۴۵ھ، ۱۰۴۶ھ، ۱۰۴۷ھ، ۱۰۴۸ھ، ۱۰۴۹ھ، ۱۰۵۰ھ، ۱۰۵۱ھ، ۱۰۵۲ھ، ۱۰۵۳ھ، ۱۰۵۴ھ، ۱۰۵۵ھ، ۱۰۵۶ھ، ۱۰۵۷ھ، ۱۰۵۸ھ، ۱۰۵۹ھ، ۱۰۶۰ھ، ۱۰۶۱ھ، ۱۰۶۲ھ، ۱۰۶۳ھ، ۱۰۶۴ھ، ۱۰۶۵ھ، ۱۰۶۶ھ، ۱۰۶۷ھ، ۱۰۶۸ھ، ۱۰۶۹ھ، ۱۰۷۰ھ، ۱۰۷۱ھ، ۱۰۷۲ھ، ۱۰۷۳ھ، ۱۰۷۴ھ، ۱۰۷۵ھ، ۱۰۷۶ھ، ۱۰۷۷ھ، ۱۰۷۸ھ، ۱۰۷۹ھ، ۱۰۸۰ھ، ۱۰۸۱ھ، ۱۰۸۲ھ، ۱۰۸۳ھ، ۱۰۸۴ھ، ۱۰۸۵ھ، ۱۰۸۶ھ، ۱۰۸۷ھ، ۱۰۸۸ھ، ۱۰۸۹ھ، ۱۰۹۰ھ، ۱۰۹۱ھ، ۱۰۹۲ھ، ۱۰۹۳ھ، ۱۰۹۴ھ، ۱۰۹۵ھ، ۱۰۹۶ھ، ۱۰۹۷ھ، ۱۰۹۸ھ، ۱۰۹۹ھ، ۱۱۰۰ھ، ۱۱۰۱ھ، ۱۱۰۲ھ، ۱۱۰۳ھ، ۱۱۰۴ھ، ۱۱۰۵ھ، ۱۱۰۶ھ، ۱۱۰۷ھ، ۱۱۰۸ھ، ۱۱۰۹ھ، ۱۱۱۰ھ، ۱۱۱۱ھ، ۱۱۱۲ھ، ۱۱۱۳ھ، ۱۱۱۴ھ، ۱۱۱۵ھ، ۱۱۱۶ھ، ۱۱۱۷ھ، ۱۱۱۸ھ، ۱۱۱۹ھ، ۱۱۲۰ھ، ۱۱۲۱ھ، ۱۱۲۲ھ، ۱۱۲۳ھ، ۱۱۲۴ھ، ۱۱۲۵ھ، ۱۱۲۶ھ، ۱۱۲۷ھ، ۱۱۲۸ھ، ۱۱۲۹ھ، ۱۱۳۰ھ، ۱۱۳۱ھ، ۱۱۳۲ھ، ۱۱۳۳ھ، ۱۱۳۴ھ، ۱۱۳۵ھ، ۱۱۳۶ھ، ۱۱۳۷ھ، ۱۱۳۸ھ، ۱۱۳۹ھ، ۱۱۴۰ھ، ۱۱۴۱ھ، ۱۱۴۲ھ، ۱۱۴۳ھ، ۱۱۴۴ھ، ۱۱۴۵ھ، ۱۱۴۶ھ، ۱۱۴۷ھ، ۱۱۴۸ھ، ۱۱۴۹ھ، ۱۱۵۰ھ، ۱۱۵۱ھ، ۱۱۵۲ھ، ۱۱۵۳ھ، ۱۱۵۴ھ، ۱۱۵۵ھ، ۱۱۵۶ھ، ۱۱۵۷ھ، ۱۱۵۸ھ، ۱۱۵۹ھ، ۱۱۶۰ھ، ۱۱۶۱ھ، ۱۱۶۲ھ، ۱۱۶۳ھ، ۱۱۶۴ھ، ۱۱۶۵ھ، ۱۱۶۶ھ، ۱۱۶۷ھ، ۱۱۶۸ھ، ۱۱۶۹ھ، ۱۱۷۰ھ، ۱۱۷۱ھ، ۱۱۷۲ھ، ۱۱۷۳ھ، ۱۱۷۴ھ، ۱۱۷۵ھ، ۱۱۷۶ھ، ۱۱۷۷ھ، ۱۱۷۸ھ، ۱۱۷۹ھ، ۱۱۸۰ھ، ۱۱۸۱ھ، ۱۱۸۲ھ، ۱۱۸۳ھ، ۱۱۸۴ھ، ۱۱۸۵ھ، ۱۱۸۶ھ، ۱۱۸۷ھ، ۱۱۸۸ھ، ۱۱۸۹ھ، ۱۱۹۰ھ، ۱۱۹۱ھ، ۱۱۹۲ھ، ۱۱۹۳ھ، ۱۱۹۴ھ، ۱۱۹۵ھ، ۱۱۹۶ھ، ۱۱۹۷ھ، ۱۱۹۸ھ، ۱۱۹۹ھ، ۱۲۰۰ھ، ۱۲۰۱ھ، ۱۲۰۲ھ، ۱۲۰۳ھ، ۱۲۰۴ھ، ۱۲۰۵ھ، ۱۲۰۶ھ، ۱۲۰۷ھ، ۱۲۰۸ھ، ۱۲۰۹ھ، ۱۲۱۰ھ، ۱۲۱۱ھ، ۱۲۱۲ھ، ۱۲۱۳ھ، ۱۲۱۴ھ، ۱۲۱۵ھ، ۱۲۱۶ھ، ۱۲۱۷ھ، ۱۲۱۸ھ، ۱۲۱۹ھ، ۱۲۲۰ھ، ۱۲۲۱ھ، ۱۲۲۲ھ، ۱۲۲۳ھ، ۱۲۲۴ھ، ۱۲۲۵ھ، ۱۲۲۶ھ، ۱۲۲۷ھ، ۱۲۲۸ھ، ۱۲۲۹ھ، ۱۲۳۰ھ، ۱۲۳۱ھ، ۱۲۳۲ھ، ۱۲۳۳ھ، ۱۲۳۴ھ، ۱۲۳۵ھ، ۱۲۳۶ھ، ۱۲۳۷ھ، ۱۲۳۸ھ، ۱۲۳۹ھ، ۱۲۴۰ھ، ۱۲۴۱ھ، ۱۲۴۲ھ، ۱۲۴۳ھ، ۱۲۴۴ھ، ۱۲۴۵ھ، ۱۲۴۶ھ، ۱۲۴۷ھ، ۱۲۴۸ھ، ۱۲۴۹ھ، ۱۲۵۰ھ، ۱۲۵۱ھ، ۱۲۵۲ھ، ۱۲۵۳ھ، ۱۲۵۴ھ، ۱۲۵۵ھ، ۱۲۵۶ھ، ۱۲۵۷ھ، ۱۲۵۸ھ، ۱۲۵۹ھ، ۱۲۶۰ھ، ۱۲۶۱ھ، ۱۲۶۲ھ، ۱۲۶۳ھ، ۱۲۶۴ھ، ۱۲۶۵ھ، ۱۲۶۶ھ، ۱۲۶۷ھ، ۱۲۶۸ھ، ۱۲۶۹ھ، ۱۲۷۰ھ، ۱۲۷۱ھ، ۱۲۷۲ھ، ۱۲۷۳ھ، ۱۲۷۴ھ، ۱۲۷۵ھ، ۱۲۷۶ھ، ۱۲۷۷ھ، ۱۲۷۸ھ، ۱۲۷۹ھ، ۱۲۸۰ھ، ۱۲۸۱ھ، ۱۲۸۲ھ، ۱۲۸۳ھ، ۱۲۸۴ھ، ۱۲۸۵ھ، ۱۲۸۶ھ،



بالواسطہ طور پر ایسے گستاخانہ قول کو نقل فرمایا ہے۔

۱۔ مندرجہ بالا حقائق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کی تحریک ایک نظریاتی تحریک تھی۔ جن عقائد و افکار کی سید صاحب اور مولوی اسماعیل نے تبلیغ کی ان کا خلاصہ لکے کردہ جبر کے مہار میں پھلتے پھولتے اور پھیلتے ہیں جس ماحول میں جبر نہ ہو، آزادی فکر ہو وہاں سمٹ جاتے ہیں۔ ایسے ماحول میں ان نظریات کے حاملین کی یہ کوشش رہتی ہے کہ تحریر و تقریر کے ذریعہ سید صاحب اور پڑھے لکھے مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کر کے ان کے دلوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کی محبت سرد کر دیں ان کو ان حضرات عالیہ کی جناب میں بے ہاک بنا دیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ان نفوس قدسیہ سے محبت و اخلاص کا تعلق ایمان میں حرارت پیدا کرتا ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے اسی قسم کے افکار و عقائد کی اشاعت کے لئے پہلے تقویت الایمان تحریر فرمائی اور پھر تلوار اٹھائی۔ تقویت الایمان کے بارے میں محمد جعفر تھانیسری کے یہ تاثرات قابل توجہ ہیں۔

”اس کی عبارت بڑی پُر زور مثل ننگی تلوار کے ہے جس کی نورانی شعاعوں سے مشرکوں اور گورپرستوں کے دل کباب ہوتے ہیں۔ یہاں تھانیسری نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں اور بزرگان دین کے چاہنے والوں کو ”مشرکوں اور گورپرستوں“ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ انھیں کے دل ”تقویت الایمان“ کی ان بے ہاک عبارت سے مضطرب ہوتے ہیں، جن کے نمونے نور دہار میں پیش کئے گئے ہیں۔

ہمارے بعض مؤرخین نے تاریخ پر فرقہ واریت کا رنگ چڑھایا اور تاریخ کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔ مؤرخین و محققین نے مولوی سید احمد بریلوی کے سلسلے میں ایسی متضاد باتیں لکھ دی ہیں جن کو پڑھ کر حیرت اور وحشت برپا ہوتی جاتی ہے، کلیات و جامعہ کے نصاب اسی کے مطابق مدون ہوئے ہیں، بہت سی غلط باتیں لکھی گئیں

۱۔ اس سے جنگ پیدا ہو کہ مسلمانینا بدلتا ہے

جو برابر شیعائی جا رہی ہیں۔ مؤرخین و محققین میں سب سے پہلے اس تلخ حقیقت کو مشہور مورخ ڈاکٹر ارشدتیاق حسین قریشی نے محسوس کیا اور ایک مجلس میں بر ملا اعتراف کیا ”اب تک جو تاریخ لکھی گئی ہے وہ سب کھٹو ہے“ ان کی مراد پاکستان ہند کی اس تاریخ سے تھی جو مولوی سید احمد اور مولوی اسماعیل اور بعض دیگر علماء کے حوالے سے لکھی گئی ہے کہ

حقیقت یہ ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے عقائد و افکار کو صحیح مان لیا جا تو پاکستان و ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کا فرد مشرک قرار پاتی ہے اور ان کے نزدیک جب القتل۔ اس لئے ان عقائد و افکار کو تسلیم کرنا کسی بھی دانا و بینا مسلمان کیلئے ممکن نہیں۔ عہد جدید کے عالم وعارف مولانا زید ابوالحسن فاروقی محمدی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

”مچا دوں برحق اماموں کا زمانہ قسرونِ ثلاثہ رہا ہے، جس کی خیریت اور خوبی کی خبر سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت عطا کی۔ بارہ سو سال سے تمام دنیا کے مسلمان ان کی پیروی کر رہے ہیں اس عرصے میں ہزار ہا علماء اسلام ان حضرات کے بیان کردہ ہر مسئلے کو بار بار پرکھ چکے ہیں اور اس پر مہر تصدیق لگا چکے ہیں۔ ان حضرات کو چھوڑنا اور آٹھویں یا بارہویں صدی کے کسی فرد کو اپنا مقتدا بنانا کہاں کی دانشمندی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ سوا و اعظم کا ساتھ دو، بلکہ آپ نے یہ ارشاد کیا ہے۔“

”میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی۔“

۴۴ اشوال المکرم ۱۴۲۲ھ

۱۳ جولائی ۱۴۲۲ھ

احقر محمد معبود احمد عفی عنہ، پرنسپل

گورنمنٹ ڈگری کالج پٹنہ (سندھ، پاکستان)

۱۔ زید ابوالحسن فاروقی، مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویت الایمان، مطبوعہ دہلی، ۱۳۸۳ھ، ص ۶۶



# مصنف کی دوسری مطبوعات

مصنفات مقام طباعت سند طباعت

عنوان کتاب

- ۱۔ شاہ محمد غوث گویاری ۱۹۶۲ء
- ۲۔ تذکرہ منظر مسعود ۱۹۶۹ء
- ۳۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات ۱۹۶۱ء
- ۴۔ فاضل بریلوی علمائے سجاد کی نظر میں ۱۹۶۳ء
- ۵۔ سیرت مجدد الف ثانی ۱۹۶۳ء
- ۶۔ حیات منظری ۱۹۶۳ء
- ۷۔ عاشق رسول ۱۹۶۶ء
- ۸۔ موج خیال ۱۹۶۶ء
- ۹۔ کلام الامام ۱۹۶۸ء
- ۱۰۔ عبقری الشرقی (انگریزی) ۱۹۶۸ء
- ۱۱۔ عاشق الرسول مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی ۱۹۶۸ء
- ۱۲۔ حیات فاضل بریلوی ۱۹۶۸ء
- ۱۳۔ تحریک آزادی ہند اور اسواۃ العظمیٰ ۱۹۶۹ء
- ۱۴۔ محبت کی نشانی ۱۹۸۰ء
- ۱۵۔ اکرام امام احمد رضا ۱۹۸۱ء
- ۱۶۔ حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر اقبال ۱۹۸۱ء
- ۱۷۔ گناہ بے گناہی ۱۹۸۱ء
- ۱۸۔ دائرہ معارف امام احمد رضا ۱۹۸۱ء

# فہرست مطبوعات مرکزی مجلس امام اعظم رحمہ اللہ لاہور

نمبر	عنوان	مصنف / مؤلف	صفحات	سن اشاعت
۱۔	امام اعظم مجدد الف ثانی کی نظر میں	علامہ اختر شاہ جہان پوری	۸۰	ستمبر ۱۹۸۵ء
۲۔	حی علی الصلوٰۃ	عبدل احمد رانا	۳۸	جنوری ۱۹۸۷ء
۳۔	آہ! مرکزی مجلس رضا	نہد رفیق چشتی	۸	مارچ ۱۹۸۷ء
۴۔	قرآنی کے مندرجہ سائنس	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد منظری	۱۶	اکتوبر ۱۹۸۷ء
۵۔	رہبر و رہنما	خادم رضا	۱۶	نومبر ۱۹۸۷ء
۶۔	میلاد النبی	مفتی رحیم الدین پوری نقشبندی	۱۳۰	دسمبر ۱۹۸۷ء
۷۔	نماز کے مندرجہ سائنس	مولانا محمد منیر اختر خانیوال	۱۶	جنوری ۱۹۸۸ء
۸۔	گیارہویں شریف	اردو گئی صفحات کے ساتھ	۸۰	جنوری ۱۹۸۸ء
۹۔	حی علی الصلوٰۃ	امام احمد رضا خاں بریلوی	۱۶	فروری ۱۹۸۸ء
۱۰۔	والدین پر اولاد کے حقوق	علامہ اختر شاہ جہان پوری	۶۳	مارچ ۱۹۸۸ء
۱۱۔	خصائص کفر الایمان	" " "	۵۶	اپریل ۱۹۸۸ء
۱۲۔	حقانیت اسلام	قاسم حسین	۲۳	مئی ۱۹۸۸ء
۱۳۔	فضیلت کی راتیں	مولانا محمد سعید شبلی	۸۰	جون ۱۹۸۸ء
۱۴۔	فضائل درود و سلام	علامہ اختر شاہ جہان پوری	۶۳	جولائی ۱۹۸۸ء
۱۵۔	سیرۃ امام احمد رضا	پیر غلام دستگیر ناکی	۵۰	اگست ۱۹۸۸ء
۱۶۔	شیر و شکر	محبوب الہی رضوی	۶۳	ستمبر ۱۹۸۸ء
۱۷۔	سوانح سراج الامہ حضرت امام اعظم	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد منظری	۳۸	نومبر ۱۹۸۸ء
۱۸۔	جشن بہاراں	ابوالفضل بیت قلندر علی شہرک	۸۰	جنوری ۱۹۸۹ء
۱۹۔	اسلامی وحدت	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد منظری	۲۸	مارچ ۱۹۸۹ء
۲۰۔	جان ایمان	" " "	"	"



# فہرست مطبوعات عامر کزی مجلس امام اعظم ، لاہور (رجسٹرڈ)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	صفحات	سال اشاعت
۲۱	جشن بہار	پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد مظہری	۸۸ صفحات	۱۳۰۹ھ/۱۹۸۹ء
۲۲	بہار عقیدت	مولانا اختر حامدی الرضوی	۱۶	۱۳۱۰ھ/۱۹۸۹ء
۲۳	نقاب پوش درویش	سرفراز خاں	۳۶	" "
۲۴	قادیانی مزید	امام احمد رضا خاں بریلوی	۲۴	" "
۲۵	قرین رست کی منزلت	صوفی نواب الدین گولڑوی	۲۸	۱۳۱۰ھ/۱۹۹۰ء
۲۶	امام احمد رضا و علامہ جدید وقت	پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد مظہری	۳۶	" "
۲۷	دارالعلوم دیوبند کے سوسائ	مفتاح رحمان دہلوی	۳۸	" "
۲۸	فیصلہ چار مسئلہ	مولانا محمد حنیف اختر	۷۷	" "
۲۹	حاج اہلیان	پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد مظہری	۵۶	" "
۳۰	ارکان دین	مفتی اعظم شاہ محمد مظہر الدہلوی	۸۸	۱۳۱۱ھ/۱۹۹۰ء
۳۱	تراجم الفقہاء	پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد مظہری	۲۴	" "
۳۲	حضور کی تاریخی پیش	سید محمد سلطان شاہ	۳۶	" "
۳۳	گوئیادیت ان کھل گیا	پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد مظہری	۳۸	۱۳۱۱ھ/۱۹۹۱ء
۳۴	حکومت نیریہ پلیدی	علامہ مفتی شریف الحق مجیدی	۷۷	" "
۳۵	پیغمبر خدا قانون ساز مجتہد	"	۳۰	" "
۳۶	اشیاء البصاال ثراب	"	۸۰	" "
۳۷	غائبانہ زنجارہ جبر نہیں	امام احمد رضا خاں بریلوی	۵۶	" "
۳۸	خاک حجاز کے نگہبان	صلاح الدین محمود	۲۰	" "
۳۹	فضائل عائشہ صدیقہ	علامہ قاضی غلام محمد ہزاروی	۱۶	" "
۴۰	میدان مصطفیٰ	راجہ رشید محمود وغیرہ	۶۳	" "

# فہرست مطبوعات مرکزی مجلس امام اعظم ، لاہور (رجسٹرڈ)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	صفحات	زاک
۳۵	علم اور علماء	مفتی جلال الدین احمد امجدی	۳۸	۶
۳۶	رفعت مصطفیٰ	شیخ الاسلام مدنی منیاں	۳	"
۳۷	انوار شریعت	مفتی جلال الدین احمد امجدی	۸۳۳	"
۳۸	سیرت حیدر کرار	قاضی غلام محمد ہزاروی	۷۲	"
۳۹	حیات مظہری	پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد	۳۳	"
۵۰	تبلیغی جماعت کی حقیقت	مولانا ابوالحسن زید قادری	۱۱	"
۵۱	تعلیم نبی	مفتی جلال الدین احمد امجدی	۷۲	"
۵۲	فضائل حضرت امیر معاویہ	قاضی غلام محمد ہزاروی	۳۳	"
۵۳	توحید و شرک	علامہ احمد سعید کاشمی	۳۰	"
۵۴	غوث صمدانی	مولانا ابوالحسن زید قادری	۱۱	"
۵۵	آئینہ عبرت	مولانا عبدالعظیم اعظمی	۳۰	"
۵۶	تسلیم کنز الایمان	علامہ عبدالعظیم خان اختر	۸۰	"
۵۷	رہبر و راہنما	پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد	۲۳	"
۵۸	مظہر الاخلاق	حضرت شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی	۸۰	"
۵۹	مظہر العقائد	حضرت شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی	۸۸	"
۶۰	عائیانہ نماز جنازہ	علامہ عبدالعظیم خان اختر	۳۸	"
۶۱	اسلامی مینوں کے	مفتی محمد اشرف رضا قادری	۸۸	"
۶۲	نفاک و مساکل	مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی	"	"
۶۳	آذر تحقیق کے آئینہ میں	مفتی اختر رضا خان ازہری	۳۲	"
۶۴	علم قیام	پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد	۱۱	"
۶۵	تعلیم و توفیر	پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد	۱۱	"
۶۶	بہار عقیدت	محمد مرغوب اختر الدہلوی	۱۱	"







# مسواک کے فوائد ، مسواک و وضو میں سنت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق بارہ تاکید فرمائی ہے اور اس کے فوائد اور خواص کی طرف متعدد احادیث میں اشارہ فرمایا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ مسواک کان پر قلم کی طرح رکھتے تھے۔ امام مظہرؒ کے نزدیک مسواک صرف نماز وضو کے لئے مسنون نہیں بلکہ ایک مستقل دین سنت ہے جو مختلف مواقع پر پڑھنا چاہیے۔ علامہ شافعیؒ نے مختصر آ ان مواقع کو تحریر فرمایا ہے۔

(۱) جس وضو میں مسواک کا استعمال ہوا ہے اس سے نماز کا ثواب ستر گناہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ بغیر مسواک کی وضو والی نماز ہے۔

(۲) لوگوں کے اجتماع میں شامل ہونے سے پہلے (۳) منہ میں بدبو پیدا ہو جانے پر (۴) نیند سے بیدار

ہونے پر (۵) نماز کی تیاری کے وقت اگرچہ با وضو ہو (۶) گھر میں داخل ہوتے وقت

(۷) قبر گاہ کویم کی تلاوت کے وقت (۸) مسواک کرنے والوں کے بالوں پر سفیدی دیر میں آتی ہے۔

(۹) آنکھ کی بھارت تیز رہتی ہے۔ موت کے علاوہ تمام بیماریوں کے لئے شفا ہے۔

(۱۰) بل صراط پر بخوبی گزرنے پر معادن ہے (۱۱) منہ کی پاکی و صفائی کا آکر ہے۔

(۱۲) اللہ پاک کی خوشنودی کا باعث ہے (۱۳) ملائکہ بھی خوش و راضی ہوتے ہیں۔

(۱۴) رانٹوں کو صاف کر کے بدبو و نیر کو دور کرتی ہے۔

(۱۵) مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے (۱۶) باعث مہضم طعام ہے

(۱۷) بلغم دور کرتی ہے (۱۸) فصاحت پیدا کرتی ہے۔

(۱۹) شیطان کو ناراض کرتی ہے (۲۰) روح با آسانی نکلنے پر معین ہے

(۲۱) نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۲۲) سب سے بڑی خوبی شہادتیں کا باد دانا ہے یعنی خاتمہ ایمان پر ہوگا (انشاء اللہ)

ایک بندہ خدا

